ناولز کلب
حل نشدہ
از قلم نگینہ عبد القدیر
: novelsclubb
:read with laiba
03257121842

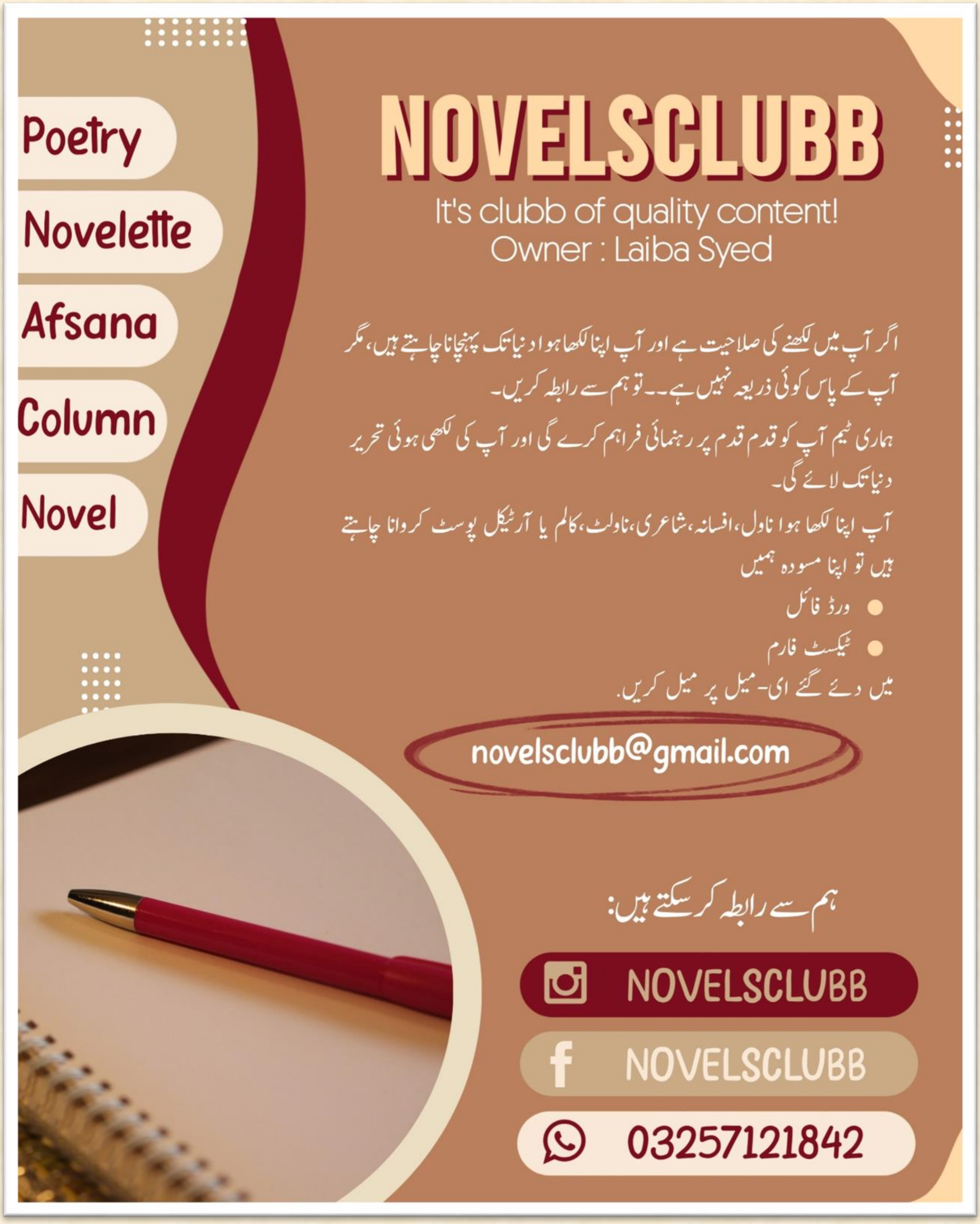

Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔ تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دئے گئے ای۔میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

حل نشدہ

از قلم

نگینہ عبد القدیر

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

انتساب

”وہ درندہ دل نوچ کر لے جاتا، جیسے رات کی تاریکی میں کوئی بے آواز قاتل اپنی وحشت کا خراج وصول کرے!“

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

’’سر، یہ اس مہینے میں ہونے والا پانچواں قتل ہے۔‘‘ انسپکٹر بلال احمد نے موقع واردات پر موجود

اُسے اطلاع دی۔

’’میں آرہا ہوں، میرے پہنچنے تک لاش کے قریب کسی کو مت آنے دینا۔‘‘ اس کا لہجہ کافی سرد تھا۔ بلال احمد کی مزید بات سنے بغیر کال کاٹ کر موبائل جیب میں رکھ دیا اور گاڑی کی چابی اٹھا کر اپارٹمنٹ سے نکل گیا۔

’’ایس ایچ او صاحب آرہے ہیں۔۔۔۔‘‘ بلال احمد نے بلند آواز میں کھڑے لوگوں سے کہا۔ کچھ لمحوں بعد دور سے ایک سرکاری

گاڑی آتی دکھائی دی، سڑک کے بیچ و بیچ آ کر رکی، اور پھر اس میں سے وہ شخص اترا۔ صاف ستھری اور استری شدہ وردی، وردی پر کندھے کے بیجز، رینگ کے نشان، اور پولیس ڈیپارٹمنٹ کا لوگو، سینے پر نام کی پلیٹ (ایس ایچ او محمد رافع بشیر) پولیس کی مخصوص ٹوپی، سیاہ رنگ کے چمڑے کے بوٹ، چوڑی بیلٹ، جس پر پسٹل ہولسٹر، ہتھکڑیاں، اور دیگر

ضروری سامان جیسے واکی ٹاکی لگی ہوئی تھی، پر وقار اور مضبوط جسمانی انداز، صاف ستھرا چہرہ چھوٹے بال، اور آنکھوں پر دھوپ سے بچاؤ کے لیے سن گلاسز پہن رکھی تھی۔ وہ بلاشبہ ہجوم کی توجہ کا مرکز بن گیا۔

"ہاں بلال احمد کیا رپورٹ ہے؟" اس کی آواز کا روب اور دبدبہ اسکی شخصیت کو اور نمائندہ کر رہا تھا۔

”سر آج صبح تھانے میں کسی نے فون کر کے اطلاع دی کہ سینٹرل پارک کے قریب میں ایک لاش دیکھی ہے تو میں ٹیم کے ہمراہ جائے وقوعہ پر پہنچا اور تحقیقات کا آغاز کر دیا۔ جائے وقوعہ کو سیل کر کے شواہد جمع کیے جا رہے ہیں تاکہ واقعے کی مکمل تفصیلات سامنے آ سکیں، باقی آپ کے آنے سے پہلے ہم نے لاش کو ہاتھ بھی نہیں لگایا کیونکہ آپ کا حکم تھا سر!“

رافع بشیر بے دلی سے بلال احمد کی باتیں سن رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

”لیکن سر واردات کا طریقہ وہی ہے۔“ بلال احمد نے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔

اپنے داستانے پہن کر رافع بشیر نے لاش سے سفید کپڑا اہٹایا۔ وہ ایک چالیس سالہ مرد تھا، جسم پر کوئی مار دھار کے نشان نہیں تھے لیکن طریقہ واردات وہی تھا۔

”کوئی ثبوت ملا؟“ اس نے پوچھا۔

”نہیں سر! ثبوت کے نام پر ایک

تنکا بھی نہیں ملا۔" بلال احمد کے چہرے پر مایوسی چھا گئی۔

"لاش کو پوسٹ مارٹم کے لئے بھیج دو اور ان میں سے کون ہے جس نے تھانے میں فون لگایا تھا؟" ہجوم پر نظر ڈالتے ہوئے سر سری انداز میں پوچھا۔ بلال احمد نے اس آدمی کو رافع بشیر کے سامنے پیش کیا۔

"ہاں بھئی کیا دیکھا تم نے؟" رافع بشیر کی روبدار شخصیت کے آگے وہ انسان تھوڑا گھبرا سا گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"صاحب ہم تو غریب انسان ہے، ہم نے کچھ نہیں کیا-" اس کی بات پر رافع بشیر مسکرا اٹھا۔

"میں نے یہ تو نہیں کہا کہ تم نے قتل کیا ہے اور ویسے بھی یہ پاکستان ہے یہاں مجرم خود فون کر کے پولیس کو آگاہ نہیں کیا کرتا، بہر حال جو پوچھا ہے اس کا جواب دو!" لہجہ کافی سرد تھا۔

"صاحب ہم اس علاقے کا جمعدار ہے، آج صبح جب ہم صفائی کرنے

آیا تو ہمیں یہ انسان مردہ حالت میں ملا۔ ہم نے فوراً تھانے فون لگایا، باقی اس دوران ہم نے کسی مشکوک انسان کو نہیں دیکھا۔" اس نے ایک سانس میں اپنی بات مکمل کی۔

"ٹھیک ہے اب تم جا سکتے ہو لیکن اپنا موبائل کھلا رکھنا کبھی بھی تھانے بلا سکتا ہوں۔" اس انسان نے اچھا کہا اور الٹے قدموں ہجوم میں جا کھڑا ہوا۔

Clubb of Quality Content!

"بلال احمد لاش کو پوسٹ مارٹم کے لئے بھیج دو اور تم ساتھ جاؤ گے، میں تھانے جا رہا ہوں۔ اس کیس کو سر ئیس لینے کا وقت آ گیا ہے!" آخری بات وہ بڑبڑایا۔ بلال احمد ایمبولینس کو کال کرنے چلا گیا اور وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر تھانے کی طرف نکل پڑا۔

تقریبا سات گھنٹوں بعد بلال احمد پوسٹ مارٹم کی رپورٹ اور ابتدائی تحقیقات کی فائل

تیار کر کے اس کے آفس پہنچا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

*****

"سر! کیس کی ابتدائی رپورٹ تیار ہے۔" کمرے میں داخل ہوتے ساتھ ہی بلال احمد کو منظر خاصا پراسرار اور بوجھل سا لگا۔ میز پر کھلی ہوئی فائلیں رافع بشیر کے چاروں طرف بکھری ہوئی تھیں، اور ان کے بیچ میں ایک لال چمکتی ہوئی کیس فائل نمایاں تھی، جو شاید اسی خاص

اور پیچیدہ کیس کی علامت تھی۔ اس کے اوپر لکھا تھا، 'راز ھای حل نشُدہ'۔ وہ اپنی کرسی پر جھکا، کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا، جیسے کہ وہ معمہ کو حل کرنے کی آخری کڑی تلاش کر رہا ہو۔ کمرے کی خاموشی اس کی ذہنی کشمکش کو مزید واضح کر رہی تھی، لیکن بلال احمد کی مداخلت نے اس کے خیالات کو منتشر کر دیا۔

"کتنی بار کہا ہے دستک دے کر

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

آیا کرو بلال احمد" اس نے بیزاری سے بلال احمد کو دیکھا۔

"سوری سر آئندہ احتیاط کروں گا۔" بلال احمد شرمندہ ہوا۔

"اچھا کیا پتہ چلا پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے؟" رافع بشیر ایک بار پھر فائلز کو دیکھنے لگا۔

”سر !باقی چاروں کی طرح اس کا بھی دل نکالا گیا ہے،وہی اوزار استعمال ہوئے ہیں اور بہوشی کی بھی وہی دوا استعمال ہوئی، جو ان چاروں کے

بار ہوئی تھی۔“فائل اسکے سامنے رکھتے بولا۔

”اس کے گھر والوں کو اطلاع دی ؟“وہ اس نئی فائل کو دیکھ رہا تھا۔

”جی اس کے موبائل سے اس کے گھر والوں کو اطلاع دے دی ہے،باقی یہ سارے قتل آپس میں جڑے ہوئے ہیں، سر مجھے وقت دے میں فائل مکمل کرتا ہوں“فائلز سمیٹے ہوئے بولا۔

”کتنے دن ؟“رافع بشیر نے آنکھ

اٹھا کر اسے دیکھا۔

”چار دن ؟“اس نے جیسے پوچھا،رافع بشیر نے ابرو اٹھائی۔

”دو دن ؟“بلال احمد سے جیسے پوچھا ہو۔اسکی بات سے رافع مسکرا اٹھا۔

”دو دن مطلب دو دن!“بلال احمد نے کیس کی ساری فائلز اٹھائیں،سلیوٹ کیا اور آفس سے باہر نکل گیا۔

******

”آجا میرا گل۔۔۔۔۔تو میرا دل ہے،تو میرا جان ہے۔۔۔۔۔“

”بچاؤ۔۔۔۔۔۔ماں مجھے بچاؤ!کوئی ہے۔۔۔۔۔ چھن چھن چھن“اپنے بستر پر سوتے ہوئے وہ نیند میں بڑبڑا رہا تھا،کسی کو پکار رہا تھا۔اس کی آنکھیں بند تھی شاید کسی خواب کے زیر اثر تھا۔بند آنکھوں کے کناروں سے آنسو بہنا شروع ہوئے۔ایک جھٹکے سے اس نے اپنی آنکھیں کھولی۔اس کی سانسیں اکھڑ رہی تھی،آنسو

مسلسل چہرے کو تر کر رہے تھے۔ کمرے کی لائٹ آن تھی۔اس نے فوراسائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھایااور ایک گھونٹ میں پی گیا۔کچھ وقت لگااس کو اس کیفیت سے باہر آنے میں۔ دراز سے دوا نکال کر اس نے پانی کے ساتھ لی اور دوبارہ لیٹ گیا۔ دوانے بہت جلدی اپنا کام دکھایااور وہ نیند کی آغوش میں چلا گیا۔

******

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اگلے دن رافع بشیر دوبارہ موقع واردات پر پہنچا۔

”ہاں بھئی وہ مالی کون ہے جو اس پارک کی دیکھ بھال کرتا ہے۔“اپنی ٹیم کے ہمراہ اس نے علاقے کے چوکیدار سے پوچھا۔

"صاحب وہ مشتاق یوسفی پارک کی دیکھ بھال کرتا ہے۔" چوکیدار نے ڈرتے ڈرتے بتایا۔

رافع بشیر کی شخصیت میں روب تھا جو اگلے بندے پر ہر اس کی سی

کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

"کب سے وہ اس جگہ پر کام کر رہا ہے؟" رافع بشیر نے پوچھا۔

"اس کو یہاں کام کرتے ہوئے مہینہ ہوا ہے دراصل۔۔۔۔" وہ رکا۔

"بات مکمل کرو چاچا جی!" رافع بشیر کے چہرے پر بیزاری جھلکی۔

"صاحب جس دن وہ یہاں آیا تھا اسی رات یہاں پہلا قتل ہوا تھا، مطلب میں اس پر الزام

نہیں لگا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

رہا لیکن مجھے اس پر شک ہے۔" چوکیدار نے خوداعتمادی کے سارے ریکارڈ توڑ ڈالے، اس بات پر رافع بشیر دھیرے سے مسکرایا۔

"ملزم کی فہرست میں تمہارا نام بھی شامل ہے اس لیے احتیاط سے بزرگوں۔" اس کے لہجے میں طنز تھا۔ چوکیدار کی ساری خوداعتمادی جھاگ کی طرف بیٹھ گئی۔ اتنی ہی دیر میں ایک کانسٹبل مشتاق یوسفی کو رافع

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

بشیر کے سامنے لے آیا۔ وہ بیس سالہ نوجوان، مضبوط جسم، محنت کی جھلک لیے ہاتھوں اور عاجز مسکراہٹ کے ساتھ قدرتی خوبصورتی کا امین تھا۔ بلاشبہ وہ اتنا خوبرو تھا کہ ہر نگاہ بے اختیار اس کی طرف کھنچتی چلی جاتی۔ رافع بشیر نے اپنی سن گلاسز اتاری، اس کی گہری سیاہ آنکھیں اس انسان کو دیکھنے لگیں۔

"سر یہ ہے مالی مشتاق یوسفی!"

کانسٹیبل نے اس کا تعارف کروایا۔

"سلام صاحب" وہ رافع بشیر کے آگے سر جھکا کر کھڑا تھا۔

"مشتاق یوسفی تم کچھ بھی لگتے ہو لیکن مالی بالکل نہیں لگتے۔" رافع بشیر کی بات پر وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"اچھا تو یکم اپریل کی رات کو تم کہا تھے؟ میرے لیے وہ پتہ لگانا مشکل نہیں، لیکن اگر تم خود بتادو تو ہم دونوں کا وقت بچ جائے گا" اس نے دوٹوک بات

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کی۔

"صاحب وہ میں۔۔۔ اپنے گھر میں تھا، اس روز پہلا دن تھا کام کا تو شام ہوتے ہی گھر واپس چلا گیا۔" اپنی بات کے دوران اس نے نظریں جھکائے رکھی۔

"یہاں کے رہائشی ہو؟" رافع بشیر نے اگلا سوال پوچھا

”نہیں! میرا تعلق گجرات کے ایک چھوٹے سے گاؤں سے ہے، چھ ماہ پہلے لاہور تعلیم مکمل کرنے اور نوکری کی تلاش میں آیا تھا اور

اپنے دوست کے ساتھ رہائش پذیر ہوں۔“اس کی بات سن کر رافع بشیر نے دوبارہ اپنی سن گلاسز آنکھوں پر چڑھائی

”گھر میں کون کون ہے؟“اپنے موبائل نکالا اور کچھ ٹائپ کرتے ہوئے پوچھا۔

”جی اماں اور دو چھوٹے بہن بھائی۔“اس نے مختصر جواب دیا۔

”مشتاق یوسفی تمہیں پھول کون سا پسند ہے؟“ تفتیش سے ہٹ کر سوال پوچھنے پر وہاں

موجود تمام افراد کچھ حیران ہوئے۔

”آنتوریوم“اس نے بلاتاخیر جواب دیا۔ ہجوم میں سوائے رافع بشیر کے کسی کو سمجھ نہیں آیا۔ رافع بشیر نے اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک محسوس کی تھی۔

”ٹھیک!اپنا موبائل ان رکھنااور جب تک قاتل پکڑا نہیں جاتا تم اور آپ بزرگوں شہر چھوڑ کر نہیں جاسکتے۔“چوکیدار کا رنگ

اڑ گیا-بات مکمل کر کے وہ اپنی ٹیم کے ہمراہ گاڑی میں بیٹھ کے چلا گیا۔

”غضب خدا کا!پہلے چار بار ان کو تفتیش یاد نہیں آئی اور آج منہ اٹھا کر آ گئے اور مجھے ملزم ہی ٹھہرادیا۔ توبہ توبہ میں نے آج تک ایک چیونٹی نہیں ماری انسان تو دور کی بات ہے۔۔۔۔ بڑا آیا ایس ایچ او۔۔۔۔۔ تم اپنا دیکھ لو لڑکے ان پولیس والوں سے بچ کے رہنا۔“چوکیدار ان کے جانے

کے بعد پھٹ پڑا۔ مشتاق یوسفی کی نظریں اس جگہ مقیم تھی جہاں رافع بشیر کچھ دیر پہلے کھڑا تھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا کہ اس نے چوکیدار کی بات تک نہیں سنی۔

****

اگلے دن بلال احمد اس کے آفس آیا۔

"سر میں اندر آسکتا ہوں؟" دستک کے بعد اس نے اجازت مانگی۔ دو دن پرانی ہدایت اسے یاد تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"آجاو۔۔۔" بلال احمد آفس میں داخل ہوا تو رافع بشیر کو اپنے موبائل فون میں کھویا ہوا پایاں۔

”سر میں نے اس کیس کو باریکی سے پڑھا ہے اور جب میں نے پانچوں کیس پر غور کیا تو مجھے کچھ ایسی باتیں پتہ چلیں کہ میں حیران ہو گیا۔“بلال احمد فائل کے صفحات کو آگے پیچھے کرتا ہوا بولا۔

”ایسی بھی کیا خاص بات ہے

اس کیس میں جو تم اتنے حیران ہو؟“اپنا موبائل ایک طرف رکھ کر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

”سر یہ ایک سیریل کلر کا کام ہے، جو مخصوص لوگوں کو اتنی بے رحمی سے مار رہا ہے۔ پہلا قتل یکم اپریل کو ہوا تھا،دوسرا دس اپریل، تیسرا بیس اپریل کو،چوتھا قتل تیس اپریل کو اور پانچواں پرسوں دس مئی کو ہوا۔ میری ریسرچ کے مطابق یہ

ایک ٹیرک ہے،وہ ہر دس دن بعد اپنے شکار پر نکلتا ہے،نا ایک دن اوپر نا ایک دن نیچھے۔"

وہ سانس لینے کے لیے رکا۔رافع بشیر خاموشی لیکن توجہ سے اس کی باتیں سن رہا تھا۔

"اس کیس کا دوسرا پہلو،پانچوں کے پانچوں کا کرمنل ریکارڈ سامنے آیا ہے،اور یہ سب پہلے ہی حوالات کی ہوا کھا چکے ہیں۔"بلال احمد اچانک خاموش ہو گیا۔

"تم جانتے ہو بلال احمد کہ مجھے ادھورے جملوں سے کتنی نفرت ہے اس لیے اب بات مکمل ہونے سے پہلے تم خاموش نہیں ہو گے سمجھے؟"اس کا لہجہ کافی سخت تھا۔

"جی سر!تو یہ سارے ایک ہی کیس کی وجہ سے حوالات میں بند ہوئے تھے لیکن ثبوت کی کمی اور ہمارے پرانے ایس ایچ او کی مہربانی سے وہ سب آسانی سے باہر آگئے،وہ سب زُنا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بالجبر' کے کیس کے ملزم تھے۔ ویکٹم کی گواہی کے باوجود ان پر کوئی جرم ثابت نہیں ہوا۔
خیر کوئی ہے جو ان سب کو مار رہا ہے سر وہ بھی پوری منصوبہ بندی کے تحت۔ ان سب کو
اسی مخصوص پارک کے پاس بلایا گیا کیونکہ یہ کوئی اتفاق نہیں ہو سکتا۔ میں موقع واردات پر
گیا تھا، وہ پارک کافی بڑا ہے اور عام عوام کے لئے شام تک کھولا رہتا ہے اس لیے رات کو
جرم کرنا

کوئی مشکل نہیں اوپر سے اس پارک کے سی سی ٹی وی کیمرے بھی عرصے سے خراب ہیں۔
میں نے ان پانچوں کی کال ہسٹری چیک کی لیکن کوئی خاص ثبوت نہیں ملا۔ ان سب کی
گردنوں پر سرنج کا نشان ہے اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق پانچوں کو واردات سے
قبل لوکل اینستھیزیا کے ذریعے بیہوش کیا گیا اور پھر Scalpels سے سینے کو چاق کر کے
rib spreader کا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

استعمال کرتے پسلی کی ہڈی کو توڑا گیا اور پھر۔۔۔۔ وہ دل نکال کر ساتھ لے جاتا ہے، سر طریقہ واردات میں انیس بیس کا فرق نہیں اور ثبوت کے نام پر ایک تنکا بھی نہیں ملا، قاتل بہت شاطر اور مہارت سے اپنا کام کرتا ہے کہ پیچھے کوئی ثبوت نہیں چھوڑتا۔" اپنی بات مکمل کر کے وہ چپ ہو گیا.

"اسٹرینج!" رافع بشیر عجیب انداز میں مسکرایا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"سر میرے لیے کیا حکم ہے؟" بلال احمد کو بے وجہ مسکراہٹ نے سوچ میں ڈال دیا۔

"اور اس کا اگلا شکار کون ہو سکتا ہے کیا تم جانتے ہوں؟" رافع بشیر ایک کاغذ کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"جی سر، ملزم وقار کا دوست نوید صادق، جو حادثے کے اگلے دن غائب ہو گیا تھا۔" بلال احمد نے اسے بتایا۔

”ملزمان کی فہرست میں کون

کون شامل ہے؟“بلال احمد کی بنائی ہوئی رپورٹ کو سرسری انداز میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

”سر تنویر اشرف چوکیدار اور مشتاق یوسفی مالی فلحال انہیں دونوں پر شک ہے۔“وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

”بلال احمد؟ آنتوریوم کے بارے میں جانتے ہو؟“اس کے سوال سے بلال احمد سوچ میں پڑ گیا۔

”نہیں سر! کسی ہتھیار کا نام ہے؟“

Clubb of Quality Content

”نہیں لیکن اس کیس کی اہم کڑی ہے بہر حال تم آج سے ان دونوں پر نظر رکھو گے خاص کر مشتاق یوسفی پر، اپنی والی کیس فائل یہی چھوڑ کر اب تم جا سکتے ہو۔“ اپنی بات ختم کر کہ موبائل اٹھایا، لاک کھولتے ہی سکرین پر ایک نام جگ مگا رہا تھا ’آنتوریوم‘۔

****

”چھوڑو مجھے، بچاؤ۔۔۔۔۔۔کوئی

ہے پلیز مجھے یہاں سے باہر نکالو!۔۔۔۔۔۔۔“ خواب نے ایک بار پھر اس کے وجود پر کپکپی تاری کر دی۔ اس کی آنکھیں بند تھی اور وہ کچھ بڑبڑا رہا تھا۔

”تو میرا دل ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ماں بچاؤ، کوئی ہے خدا کے لیے۔۔۔۔۔۔۔تو میری جان ہے۔۔۔۔۔۔ چپ ہو جاؤ بس ایک اور لفظ نہیں“ وہ خود کو ان آوازوں سے آزاد نہیں کر پا رہا تھا۔ وہ نیند میں تڑپ رہا تھا، جیسے کسی انجانی جنگ میں

خود سے لڑ رہا ہو، اس کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں لرز رہی تھیں۔ ایک جھٹکے سے اس نے آنکھیں کھولی اور آٹھ کر بیٹھ گیا۔ لیمپ کی مدہم روشنی میں اس نے سائیڈ ٹیبل سے دوا اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا لیکن دوا موجود نہیں تھی۔ بستر سے اٹھ کر اس نے دوا ہر جگہ تلاش کی لیکن ناکام رہا، سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ اس نے گھڑی میں وقت دیکھا تو رات کے تین بج

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

رہے تھے اور اس وقت علاقے کی ہر دکان بند ہوتی ہے۔ اس نے باتھ روم کا رخ کیا اور شاور کھول کر اس کے نیچے بیٹھ گیا۔ گرتے پانی کی آواز نے اس کے اندر کے شور کو مدہم کر دیا۔ آخر کار وہ یہ جنگ جیت گیا اور اندر سے آوازیں آنا بند ہو گئیں۔ اس نے نلکا بند کیا اور باتھ روم سے نکل کے کمرے میں آیا اور اسی گیلے وجود اور کپڑوں کے ساتھ اپنے بستر پر لیٹ گیا اور کچھ لمحوں

میں ہی سو گیا ہر فکر سے آزاد ہو کر۔

****** ”مشتاق کہاں ہو؟“شہاب نے کمرے میں داخل ہوتے ہی اسے آواز لگائی۔

”ابھی تک سو رہے ہو اٹھو کام کے لیے دیر ہو رہی ہے۔“مشتاق یوسفی نے اپنے منہ سے چادر ہٹا کر شہاب کو دیکھا۔ آنکھیں مسلتا ہوا بستر سے اٹھا اور گھڑی میں وقت دیکھا۔

ناولز کلب

”کیا؟ آٹھ بج گئے ہیں نیند میں وقت کا پتہ بھی نہیں چلا۔“وہ اٹھا اور واش روم کی طرف بڑھا کہ شہاب نے اسے پکارہ۔ ”مشتاق؟ یہ دوائیں لے لو کل جاتے ہوئے میں نے دیکھا تھا کہ ختم ہو گئی ہیں تو آج صبح واپسی میں لے آیا، تم سو تو گئے تھے ناں آرام سے؟“شہاب نے پوچھا۔

”شکریہ دوست اور ہاں لگتا ہے

ان سے پیچھا چھڑوانا ہی پڑے گا۔" اداسی سا مسکرا کر کہا اور واش روم چلا گیا۔ شہاب کے چہرے پر فکر کی جھلک تھی۔

"اچھا تم جلدی سے تیار ہو جاؤ میں ناشتہ بنا رہا ہو دیر ہو گئی تو چاچا تنویر کو موقع مل جائے گا باتیں سنانے کا۔" شہاب نے اونچی آواز میں کہا اور کمرے سے نکل گیا۔ دس منٹ بعد تیار ہو کر وہ کمرے سے نکلا۔ شہاب باورچی خانے میں ناشتہ بنا رہا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

تھا۔ وہ اس کو نظر انداز کرتا ہوا صحن میں رکھی چارپائی پر بیٹھ کر اپنے ارد گرد کو دیکھنے لگا۔ وہ شہاب کا چار مرلے کا چھوٹا سا کرائے کا گھر تھا۔ دو کمرے، ایک باورچی خانہ اور چھوٹا لیکن پرسکون سا صحن، صحن کے بیچو بیچ ایک نارنجی کا درخت اور اس کے نیچے رکھی چارپائی۔ صحن کے بائیں طرف پودوں کی کیاری بنی ہوئی تھی جس میں مختلف

قسم کے پھولوں کے پودے لگائے ہوئے تھے،وہ پھول بھی مشتاق یوسفی نے لگائے تھے۔

وہ گھر بے شک چھوٹا تھا لیکن مشتاق یوسفی کے لیے وہ کسی جنت سے کم نہ تھا۔

مشتاق یوسفی اور شہاب ایک ہی گاؤں سے تھے،دونوں نے ایک ہی کالج سے ایف اے کیا لیکن شہاب کے والدین کے گزر جانے کے بعد وہ گاؤں کا گھر اور زمین بیچ کر شہر آ گیا اپنی قسمت

آزمانے۔کم تعلیم ہونے کی وجہ سے اسے اچھی نوکری نہ مل سکی،اسی لیے وہ رات کے وقت کال سینٹر میں چوکیداری کرنے لگا۔مشتاق یوسفی کو بھی شہاب نے شہر بلوا لیا اور مختلف جگہوں پر دھکے کھانے کے بعد آخر کار قسمت مہربان ہوئی اور اسے ایک پارک میں مالی کا کام مل گیا۔مشتاق یوسفی کو آگے پڑھنے کا بہت شوق تھا وہ نباتات(Botany)

پڑھنا چاہتا تھا۔ لیکن مجبوریاں انسان کے شوق کو کچلنے میں ماہر ہیں۔ زندگی کے بھیانک راز نے اسکے سارے شوق چھین لیے اس نے بھی اپنے خوابوں کو ایک صندوق میں بند کر کے تالا لگا دیا، ایک ایسا تالا جس کی چابی کو وہ گہرے سمندر میں پھینک چکا تھا۔

”کہاں گم سم ہو؟ ناشتہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔“ ٹرے چارپائی پر رکھتے ہوئے وہ بھی اس کے ساتھ بیٹھ

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

گیا۔

”ویسے یہ کیا ہو رہا ہے، کل بھی پولیس آئی تھی اور تمہارا پوچھ رہی تھی، کانسٹبل سے میں نے پوچھا تو اس نے بتایا کہ کوئی قتل کا معاملہ ہے۔ مشتاق کہیں وہ والا معاملہ تو۔۔۔۔۔۔“

شہاب کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔ مشتاق یوسفی کسی گہری سوچ میں چلا گیا۔

”مشتاق۔۔۔۔؟“ شہاب نے آواز لگائی۔

”ہاں! وہ اچھا، پتہ نہیں پارک کے احاطے میں پانچ افراد قتل ہوئے ہیں؛ اس بار پولیس بھی خاصی سنجیدہ لگ رہی ہے۔ اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے، مجھے نہیں لگتا کہ اتنی پرانی اور پوشیدہ بات کھل پائے گی۔“ چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے بولا۔

"اور قاتل کا کچھ پتہ چلا؟" دستر سے دوسرا پراٹھا نکالتے ہوئے اس نے پوچھا۔

”پولیس نے کیس کی تفصیلات

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

کو خفیہ رکھا ہوا ہے، مجھے تو معاملہ سنگین لگتا ہے باقی اللہ جانے۔“ مختصر جواب دے کر چارپائی سے اتر گیا۔

”چلو میں چلتا ہوں تم اب آرام کرو اور رات کا کھانا بنا کر جانا“ گھر سے نکلتے ہوئے بولا۔

"بے فکر ہو جا بھائی۔" اسکی بات پر مشتاق یوسفی مسکرایا بلاشبہ اس کی مسکراہٹ بہت حسین تھی۔

****

"اب تم کیا چاہیے ہو رافع بشیر؟" ایس پی جمشید علی خان نے پوری فائل پڑھ کر اس سے پوچھا۔ رافع بشیر اور بلال احمد آج اس کے آفس میں موجود تھے۔

"سر یہ معاملہ کافی سیریس ہے اور اگر یہ بات میڈیا تک پہنچ گئی تو انوسٹیگیشن میں ہمیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، اس لیے آپ سے درخواست ہے کہ اس کیس کو میری ٹیم کو ہینڈل کرنے دے، اوپر سے بہت پریشر

آرہا ہے تو سر آپ ان سب کو ہینڈل کر لے باقی میں جلد سے جلد قاتل تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔" رافع بشیر نے مختصر لفظوں میں اپنی بات مکمل کی تو جمشید علی خان سوچ میں پڑ گئے۔

"میں تو حیران ہو کہ میڈیا اس کیس کو فلو کیوں نہیں کر رہا؟" ایس پی جمشید علی خان کچھ حیران ہوئے۔

"سر ہم اس کیس کو بہت خفیہ

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

طریقے سے انوسٹگیٹ کر رہے ہیں، ڈاکٹرز اور لیبارٹری کے انچارج کو میں نے سختی سے خبردار کیا ہے کہ یہ تفصیلات باہر نہیں آنی چاہیے۔" چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے وہ بولا۔

"یہ فائل کس نے تیار کی تھی؟" جمشید علی خان نے پوچھا۔

"سر میں نے۔" بلال احمد پہلی بار بولا۔

”گڈ! میں کافی متاثر ہوا۔ اب آگے کا کیا لائحہ عمل ہے؟“ وہ رافع

بشیر کو دیکھتے ہوئے بولے۔

”سر کیس کو حل کرنے کے لیے ہمیں ان پانچ ’زنا بالجبر‘ والے کیسوں کو باریکی سے دیکھنا ہو گا کیونکہ قاتل نے کوئی ثبوت نہیں چھوڑا اور مجھے امید ہے کہ ان فائلز کو ٹٹولنے سے ہمیں ضرور کچھ ملے گا۔“ جمشید علی خان کو وہ کافی پر امید لگا۔

”اور یہ ملزمان کی فہرست میں صرف دو نام؟“ فائل کے ورق الٹتے ہوئے سوال کیا۔

”سر یہ دونوں موقع واردات پر ہر بار موجود ہوتے ہیں۔“ رافع بشیر نے سفید جھوٹ بولا کیونکہ وہ ان دونوں سے پہلی بار پرسوں ہی ملا تھا۔ اس کے جھوٹ سے بلال احمد چونکا۔

”تمہیں کس پر شک ہے؟“ انہوں نے پھر سوال کیا۔

”ساٹھ سالہ تنویر اشرف اور بیس سالہ مشتاق یوسفی،ڈاکٹرز کے مطابق ان پانچواں کو بے رحمی سے مارا گیا،بے ہوش

کر کے ان کا سینہ چاک کیا اور پسلی کی ہڈیاں توڑ کر دل نکالا گیا۔ڈاکٹر نے یہ بھی بتایا کہ اس قاتل نے بڑی مہارت سے اس کام کو انجام دیا اور اس طرح کا کام کوئی ساٹھ سالہ بزرگ تو نہیں کر سکتا تو میرا شک تو مشتاق یوسفی پر ہی ہے باقی تشویش جاری ہے۔“رافع بشیر نے اپنی بات مکمل کی اور کلائی پر پہنی گھڑی پر وقت دیکھا۔

”اور ان پانچوں کے گھر والوں کو

کیا کہا؟ان کو کیسے مطمئن کیا؟“ایک اور سوال اب رافع بشیر کے چہرے پر بیزاری واضع ہوئی۔

”سر! ان سب کو یہی بتایا گیا کہ کسی نے سینے پر چاقو سے وار کیا تھا۔“اس نے مختصر جواب دیا۔

”ٹھیک ہے رافع بشیر جلد از جلد اس کیس کو حل کرو جب تک میں سب کو سنبھال لوں گا، تم ایک قابل آفیسر ہو تم ہمیشہ

اپنے سپرد کیے گئے کیسز کو کامیابی سے حل کرتے ہو اور تمہارا ریکارڈ مکمل طور پر بے داغ اور کامیابی کا مظہر ہے صرف اس لئے میں تمہارا ساتھ دے رہا ہوں مجھے غلط ثابت مت کرنا۔“جمشید علی خان نے فائل بند کر کے اس کے آگے رکھ دی۔ ان کی بات پر وہ مسکرایا۔ بلال احمد نے ساری فائلز اٹھائی اور رافع بشیر اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

”سر آنتھوریم کے بارے میں جانتے ہیں؟“اس سوال پر بلال احمد نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔ جمشید علی خان سوچ میں پڑ گئے۔

''نہیں!'' جواب پر وہ دھیرے سے مسکرایا اور سلوٹ کر کے بلال احمد کے ہمراہ آفس سے نکل گیا۔

''سر میرے لیے کیا حکم؟'' جمشید

علی خان کے آفس سے نکلتے ساتھ ہی بلال احمد نے پوچھا۔

''اس کیس میں عجیب سا ٹرائی اینگل ہے، سمجھ پائے تم؟'' رافع بشیر نے گاڑی کی طرف رخ کرتے ہوئے پوچھا۔ بلال احمد سوچ میں پڑ گیا۔

''نہیں سر۔۔۔۔۔۔۔شاید۔۔۔پتہ نہیں۔'' اس نے جیسے ہار مان لی۔ ڈرائیو نے رافع بشیر کے لئے گاڑی کا دروازہ کھولا بلال احمد ڈرائیو کے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

''صاحب کہاں چلنا ہے؟'' ڈرائیو نے سٹیرنگ پر ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

"کافی شاپ۔" رافع بشیر کی بات سن کر اس نے گاڑی کو کافی شاپ کی طرف روانہ کر دیا۔

تقریباً دس منٹ بعد رافع بشیر کافی کا آرڈر دے کر کیس کی تفصیلات کا جائزہ لینے لگا۔

"یہ ایک پیچیدہ کیس ہے، لیکن اگر ہم اس ٹرائی اینگل پر غور کرے تو شاید یہ گھتی سلجھ

جائے۔" رافع بشیر فائلز کو کھولتے ہوئے بولا۔

"کون سا ٹرائی اینگل؟" بلال احمد کے چہرے پر اضطراب تھا۔

Clubb of Quality Content

"Victim-culprit-Victim"

"مطلب؟" بلال احمد ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔

"مطلب ان پانچوں کیسز کا یہی ٹرائی اینگل ہے۔ ایک ہی کیس کا مجرم کچھ دنوں بعد ایک

انجان کیس کا متاثر بن گیا۔ یہ تمام

کیسز ایک دوسرے سے گہرائی سے جڑے ہوئے ہیں، اور ان کا رخ ایک ہی 'زنا بالجبر' کے پُراسرار سے بھرپور معاملے کی طرف جا رہا ہے، جس کی حقیقت ابھی تک کسی کو نہیں معلوم، اور ہر نیا موڑ مزید الجھن میں مبتلا کرتا جا رہا ہے۔ ہمیں اس ایک نام کی تلاش ہے جو ان پہلے تمام زنا بالجبر کے کیسوں میں موجود ہو اور۔۔۔۔۔۔" لیکن اس نے بات ادھوری چھوڑ دی کیونکہ دور

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سے ویٹر انکی کافی لے کر آرہا تھا۔ ویٹر کے جانے کے بعد اسنے جملہ مکمل کیا،

"اور اس کیس کو سلجھانے کے لئے ہمیں پہلے پانچ کیسوں کی تفصیلات پر نظر ثانی کرنی ہو گئی۔" میز پر رکھی کافی کا گرم دھواں ہوا میں تحلیل ہو رہا تھا۔

"اس کے لیے ہمیں کیس اے کے تمام متاثرین سے ملاقات کرنی ہو گی شاید کوئی سراغ مل جائے

جس سے کیس ہی سلجھ جائے اور ان تمام کی تفصیلات اسی فائل میں موجود ہیں۔" کافی کا مگ اٹھاتے ہوئے بلال احمد بولا۔ اس کی بات پر رافع بشیر اپنے مخصوص انداز میں مسکرایا۔

"چیزوں کو آسان کرنے میں تمہارا کوئی ثانی نہیں بلال احمد! اسی لیے تم میرے فیورٹ ہو۔" اس کے دوستانہ انداز نے بلال احمد کا خون اور جذبہ دونوں بڑھا دیا۔ بلال احمد نے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ایک کاغذ رافع بشیر کے آگے رکھا۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے سرسری انداز میں کاغذ کو دیکھا۔

"سر میں نے ایک رَف اسکیچ بنایا ہے ان دونوں کیسز کو مدنظر رکھتے ہوئے۔" رافع بشیر کی آنکھوں میں حیرت ابھری۔ اس نے کافی کا مگ واپس میز پر رکھ دیا۔

بلال احمد نے اپنے گراف میں ایک جدول بنایا۔ پہلے کالم میں کیس اے لکھا اور اس کے نیچے

کیس اے کے تمام متاثرین کے نام درج کیے۔ دوسرے کالم میں کیس اے کے ملزمان کے نام لکھے۔ پھر اسی لائن میں تیسرے کالم میں "کیس بی" لکھا اور کیس اے کے ملزمان کے نام کیس بی کے متاثرین کے کالم میں درج کیے۔ کیس بی کے ملزمان کے کالم میں بلال نے سوالیہ نشان ڈال دیا، جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ ان کے نام ابھی معلوم نہیں ہیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"ان سب کے گھروں میں جانے سے پہلے مختصر لفظوں میں کیس اے کو بیان کرو کیونکہ میں نے اس کیس کو فالو نہیں کیا اور وہ پچھلے ایس ایچ او صاحب! ان کی کیا ہی تعریف کروں۔۔۔۔۔ بہر حال شروع ہو جاؤ۔" کافی کا مگ ایک بار پھر اٹھاتے ہوئے بولا۔

”سر چھ مہینے پہلے ہمارے تھانے میں ایک لڑکی نے رپورٹ درج کروائی،اس کا نام فہمیدہ تھا۔

اس کے بیان کے مطابق وہ گھر سے مارکیٹ جا رہی تھی کہ ملزم ناصر جو اس کے علاقے میں چائے کی دکان چلاتا تھا،اس نے فہمیدہ کا تعاقب کیا اور موقع دیکھ کر ناصر نے دن دھاڑے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا اور سنسان پلانٹ میں اسے گھسیٹتا ہوا لے گیا۔“اس نے فائل کا صفحہ پلٹا۔رافع بشیر کافی پیتا اس کی بات غور سے سن رہا تھا۔

”دوسری رپورٹ کوئی مہینے بعد

درج ہوئی،رضوانہ بیگم جو ٹیوشن پڑھانے کے لیے دوسرے گھروں میں جاتی تھیں۔وہ ایک شادی شدہ خواتین تھیں اور انکا ایک بیٹا بھی تھا۔وہ اس روز ساتھ والی گلی میں ایک بچے کو ٹیوشن پڑھانے جا رہیں تھیں کہ کمال نامی شخص نے ان کو زیادتی کا نشانہ بنایا۔کمال کی

پوری کوشش تھی کہ وہ مر جائے لیکن اللہ نے ان کو بچا لیا۔ ایک راہ گزر نے ان کو

جھاڑیوں

کے پاس دیکھ لیا اور فوراً سے بیشتر ہسپتال منتقل کیا۔ جس کی وجہ سے ان کی جان بچ گئی۔

سر متاثرہ رضوانہ کی گواہی کے باوجود کمال کو کوئی سزا نہیں ملی کیونکہ شواہد کی کمی تھی۔"

بلال احمد نے کافی کا مگ لبوں سے لگایا۔

"بے رحمی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے۔" رافع بشیر بولے بغیر نا رہ سکا۔

"سر تیسری رپورٹ ناہید کے

والدین نے لکھوائی، ناہید میٹرک کی اسٹوڈنٹ تھی اور اس روز وہ چھٹی کے وقت اپنی گاڑی

کا انتظار کر رہی تھی کہ جاوید نامی شخص جو اسی کالج کا جمعدار تھا اس نے بہانے سے اس بچی

کو اپنے پاس بلایا اور اپنی ہوس کا نشانہ بنایا۔ خیر جاوید نے اس بچی کو خوف زدہ کیا کہ اگر اس نے کسی کو بتایا تو وہ اس کی ویڈیو لیک کر دے گا۔ وہ خاموش رہی لیکن جب اس نے

دوبارہ وہی سب کرنا چاہا تو ناہید نے اپنے والدین کو سب کچھ بتا دیا اور وہ سیدھا پولیس اسٹیشن پہنچ گئے اور جاوید کے خلاف رپورٹ لکھوائی لیکن وہی سب ہوا جو پہلے دو کیسوں میں ہوا، اس وقت کے ایس ایچ او نے ناہید کے والدین کو یہ کہہ کر کیس بند کر و دیا کہ قانون کے مطابق زیادتی کے بعد اکتالیس گھنٹوں کے اندر اندر رپورٹ لکھوانی ہوتی ہے۔"

ناول کلب
Clubb of Quality Content

کیفے میں لوگوں کی آمد ورفت بڑھنے لگی۔ کوئی وہی بیٹھ کر آرڈر دینے لگا تو کوئی ٹیک آوے کرنے آیا۔

"بلال احمد کچھ کھاؤ گئے؟" رافع بشیر نے ویٹر کو اشارے سے بلاتے ہوئے اس سے پوچھا۔

”سر! چکن سینڈ وچ“ بلال احمد بے جھجھک بولا۔

”ہاں بھئی ایک چکن سینڈ وچ اور دو زنگر برگر کر دو جلدی سے بہت بھوک لگی ہے۔“ ویٹر کے

آتے ہی اس نے آرڈر دیا۔ ویٹر آرڈر لکھ کر چلا گیا تو رافع بشیر نے ہاتھ کے اشارے سے بلال احمد کو سلسلہ جاری رکھنے کا کہا۔

”متاثرہ ادیقہ، جو ایک سرکاری سکول کی استانی تھی۔ زیادتی کے بعد اس نے خود آکر تھانے میں رپورٹ درج کروائی کہ اس کے اسکول کا ایک پی اے وقار نے اپنے دوست نوید صادق کے ساتھ مل کر یہ منصوبہ بنایا۔ سر جس دن وہ آئی تھی میں وہی

موجود تھا،اس لڑکی کی آنکھوں میں خون سوار تھاوہ ہمیں میڈیا میں جانے کی دھمکی دے رہی تھی اس لیے ایس ایچ او صاحب نے ملزم وقار کو حوالات میں بند کر دیا اور نوید صادق شہر سے فرار ہو گیا، جس کا ابھی تک کسی کو نہیں پتہ کہ وہ کہاں ہے۔ بہر حال کچھ دنوں میں معاملہ ٹھنڈا ہو گیا اور وقار کو رہا کر دیا گیا۔ اس لڑکی نے بہت کوشش کی لیکن ناکام

رہی۔"وہ سانس لینے کے لیے رکا۔

آخری کیس دس سالہ بچی زینت کا تھا جس کو اس کے باپ کے دوست نے اپنی درندگی کا نشانہ بنایا۔ اس کا بھی وہی حال ہوا ایس ایچ او کی پوسٹنگ ہو گئی اور آپ کے آنے تک اس کے گھر والوں نے ایف آئی آر واپس لے لی اور وہ کیس وہی ختم ہو گیا۔"

"درندا کہی کا۔۔۔۔"رافع بشیر بڑبڑیا۔ ویٹر کھانا لے آیا اور بلال احمد نے فائل کو ایک طرف رکھ

دیا۔

”یہ ایک برگر باہر میرے ڈرائیو کو دے آو“ برگر ویٹر کے آگے کرتے ہوئے وہ بولا۔ بلال احمد کو اس کی یہ انداز بہت اچھا لگا کیونکہ اس نے اپنے ساتھ ساتھ ڈرائیو کا بھی خیال رکھا۔

کھانے کے دوران وہ دونوں خاموش ہی رہے۔

”سر اب؟“ رومال سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے بلال احمد نے پوچھا۔

”آج کیس اے کے متاثرین کے گھر

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

جانا ہے اور ہاں لیڈی کانسٹبلز بھی ساتھ جائیں گی۔“ اتنا کہہ کر وہ اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ بلال احمد نے گھڑی میں وقت دیکھا، دوپہر کا ایک بج رہا تھا، اس نے لیڈی کانسٹبل ساجدہ کو فون کر کے مخصوص پتے پر پہنچے کا حکم دیا۔

****

(کیس اے) متاثرہ فہمیدہ

"جی کون؟" بزرگ عورت نے دروازہ کھولتے ساتھ پوچھا۔

"اماں جی ہم پولیس سے ہیں، آپ سے کچھ بات کرنی ہے اندر آسکتے ہیں؟" ساجدہ نے پوچھا۔

رافع بشیر اور بلال احمد اسکے پیچھے کھڑے تھے۔

"اندر آجاؤ بیٹا!" وہ تینوں اس عورت کے ہمراہ صحن میں آگئے۔ وہاں دو چارپائیاں بیچھی ہوئیں تھیں۔ رافع بشیر اور بلال احمد ایک چارپائی پر بیٹھ گئے اور ساجدہ اور وہ عورت دوسری پر۔

"اماں! ہمیں فہمیدہ سے ملنا ہے،

کیس کے مطلق کچھ بات کرنی ہیں۔" رافع بشیر نے سن گلاسز اتارتے ہوئے اس عورت سے کہا۔

"فہمیدہ سے ؟" اس عورت کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔

"جی اماں اور کون ؟ ہمیں اس سے کچھ ضروری باتیں پوچھنی ہیں، ہمیں اس کی مدد کی ضرورت ہے۔" اس کی آنکھوں میں بے یقینی رافع بشیر نے بھانپ لی۔

"فہمیدہ کو مرے ہوئے چار مہینے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ہو گئے ہیں اور تم لوگ اب آرہے ہو وہ بھی اپنی مدد کے واسطے، کہاں تھے اس وقت جب میری بیٹی کو تم لوگوں کی مدد کی ضرورت تھی۔ہاں؟ کہاں تھے تم لوگ؟اب آگئے ہو منہ اٹھا کر مدد مانگنے۔" اس عورت نے حقارت سے رافع بشیر کو دیکھا۔

”اماں تمیز سے بات کرو۔۔۔۔بڑے صاحب ہیں اور۔۔۔۔“ساجدہ کے لہجے میں سختی تھی اس لیے رافع بشیر نے اسکی بات کاٹ دی۔

”ساجدہ۔۔۔۔۔۔ آرام سے! میں بات کرتا ہوں اور اب کوئی بیچ میں نہیں بولے گا۔“اس نے ہدایت دی۔ وہ اس عورت کے پاس آگیا اور گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

”دیکھو اماں! فہمیدہ کی موت کا سن کر افسوس ہوا،اور افسوس اس بات کا بھی ہے کہ شروع سے یہ کیس میرے پاس کیوں نہیں آیا ورنہ میں اس بد بخت ناصر کو سزا دے کر فہمیدہ کو انصاف

ضرور دلاتا۔ اس کی موت کیسے ہوئی؟“رافع بشیر نے نرمی سے پوچھا۔ اس عورت کے آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

”بیٹا! لوگوں کی باتیں اس کو کھا گئیں، وہ بے قصور ہو کر بھی اس دنیا کی عدالت میں مجرم ٹھرائی گئی۔ کیا قصور تھا اس کا؟ یہ کہ وہ یتیم تھی، یا یہ کہ اس کا کوئی بھائی نہیں تھا۔ اس دن بھی وہ میری دوائیں لینے گئی تھی اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔“ آنسوں نے

اس عورت کی زبان بند کر دی۔

”ساجدہ! کچن سے پانی لاؤ۔“ رافع بشیر نے ساجدہ کو آواز لگائی۔ وہ تیز قدموں سے باورچی خانے میں گئی اور پانی کا گلاس رافع بشیر کو پکڑایا۔

”اماں پانی پی لو!“ رافع بشیر نے گلاس اس کو تھمایا، وہ ایک سانس میں پی گئی۔

”شکریہ بیٹے!“ عورت کی آنکھوں میں تکلیف تھی۔

”تکلیف کے لیے معذرت لیکن۔۔۔۔۔“

عورت نے اس کی بات کاٹ دی۔

"اس کی دماغ کی رگ پھٹ گئی تھی، موقع پر اس کی موت ہو گئی اور میری بیٹی اس ظالم دنیا سے آزاد ہو گئی لیکن اپنی ماں کو اس گھر اور چند یادوں کے سہارے چھوڑ گئی۔" وہ مسلسل رو رہی تھی۔

"اماں۔۔۔۔۔؟" رافع بشیر نے نرمی سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا۔

"میں آپ کا درد سمجھ سکتا ہوں، آپ کی بیٹی کے مجرم کو

Clubb of Quality Content!

سزا مل چکی ہے کسی نے بے رحمی سے اس کا قتل کر دیا۔" اس عورت نے اپنا جھکا سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا۔

"یہ ہے اوپر والے کا انصاف۔۔۔۔۔۔" اس نے رافع بشیر کے سر پر پیار کیا۔

”اماں آپ کا گزارہ کیسے ہوتا ہے؟ میرا مطلب کوئی ذریعہ معاش ہے آپ کا؟“ رافع بشیر بمشکل بول پایا۔

”میری بیٹی محلے کے عورتوں

کے کپڑے سیا کرتی تھی اور ہم ماں بیٹی اسی پیسوں سے گزارا کرتے تھے، اس کے جانے کے بعد یہ آمدنی بھی بند ہو گئی لیکن فہمیدہ کی وفات کے بعد ایک نوجوان آیا تھا، اسکا تعلق کسی فلاحی ادارے سے تھا۔ اس نے میری ساری کہانی سنی پھر اس کے بعد وہ ہر مہینے راشن بھجواتا ہے اور یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے اللہ اس بچے کو سلامت رکھے۔“ اس نے دونوں

ہاتھ اٹھا کر دعا دی۔

”کون تھا وہ؟ کیا نام تھا؟“ رافع بشیر ہر بات کو غور سے سن رہا تھا اور ان سب میں بلال احمد اس عورت کا بیان لکھ رہا تھا۔

”نام کا پتہ نہیں بس ایک ہی بار آیا تھا، اور اس کا حلیہ عجیب تھا۔۔۔۔۔؟“ وہ سوچنے لگی۔

اس کی بات پر وہ سب چونکے۔ اس عورت نے بات جاری رکھی۔

”لمبا کالا کوٹ سر پہ ٹوپی اور منہ پر ماسک میں اس کی شکل

نہیں دیکھ پائی۔“ عورت سوچتے ہوئے بولی۔ رافع بشیر اٹھ کھڑا ہوا۔

”آپ کے وقت کا شکریہ اماں اگر کوئی مدد چاہیے ہو تو آپ مجھے فون کر سکتی ہے۔“ اپنا کارڈ عورت کو پکڑا کر وہ اپنی ٹیم کے ہمراہ وہاں سے چلا گیا۔

****

(کیس اے) متاثرہ رضوانہ

”ساجدہ متاثرین کے گھر والوں

سے آرام سے بات کیا کرو۔“ رضوانہ بیگم کے گھر کے باہر کھڑے رافع بشیر نے اس کو سخت لہجے میں حکم دیا۔

”سوری سر آئندہ احتیاط کروں گی۔“ساجدہ بمشکل بول پائی۔

”جی کس سے ملنا ہے آپ کو؟“ایک آدمی نے دروازہ کھولتے ساتھ پوچھا۔

”آپ رضوانہ بیگم کے کیا لگتے ہیں؟“رافع بشیر نے پوچھا

”جی میں اس کا شوہر ہوں۔“

آدمی پولیس والوں کو دیکھ کر گھبرا گیا۔

”ہمیں رضوانہ بیگم سے ملنا ہے،ان سے کچھ پوچھنا ہے۔“ساجدہ پیچھے سے بولی۔

”کیوں ملنا ہے آپ کو؟ سر میں آپ سے گزارش کرتا ہوں پلیز ہمیں معاف کر دے، ہمارا پہلے ہی بہت نقصان ہو چکا ہے۔ میری بیوی اب تک نارمل نہیں ہو پائی۔ میں نے بہت مشکل سے اس کو سنبھالا ہے، اگر آپ اس سے وہی

سب پوچھے گے تو شاید اس بار میں اسے کھودوں، میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں خدا کے لئے ہمیں معاف کر دے، اب ہمیں پولیس کی کوئی مدد نہیں چاہیے۔“ وہ رافع بشیر کے آگے ہاتھ جوڑے کھڑا تھا۔

”ٹھیک ہے، ہم نہیں ملتے لیکن آپ سے کچھ پوچھنا ہے؟“ رافع بشیر نے اپنی آنکھوں سے سن گلاسز اتارتے ہوئے بولا۔

”جی سر پوچھے۔“ وہ آدمی اب

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

گھر سے باہر آ گیا۔

"ملزم کمال کو کسی نے بے رحمی سے قتل کر دیا ہے میں یہ جاننا چاہ رہا تھا کہ اس واقعے کے بعد کوئی انجان انسان آپ سے ملنے آیا تھا اور کیس کے مطلق کچھ پوچھا؟" رافع بشیر نے دو ٹوک بات کی۔

"جی سر آیا تھا۔ کب؟ یہ یاد نہیں لیکن اس نے کہا تھا کہ وہ کسی این جی او سے ہے اور وہ ہمیں انصاف دلائے گا لیکن وہ

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

بھی دھوکے باز نکلا اور پھر مڑ کر واپس نہیں آیا۔" آدمی سانس لینے کے لیے رو کا۔

"اور اس کا حلیہ کیسا تھا۔" پیچھے سے بلال احمد نے پوچھا۔

"لمبا کالا کوٹ، آنکھوں پر موٹا کالا چشمہ اور منہ پر ماسک۔۔۔ہاں یہی حلیہ تھا۔" بلال احمد ساتھ ساتھ کاغذ پر لکھ رہا تھا۔ اس آدمی کی بات مکمل ہونے پر رافع بشیر مڑ گیا اور اپنی گاڑی کے پاس چلا گیا۔

"سر۔۔۔۔۔۔۔" بلال احمد نے اسکو آواز دی۔

"گھتی سلجھ رہی ہے یہی کہنا چاہ رہے ہو ناں؟" رافع بشیر اپنے مخصوص انداز میں مسکریا۔

"جی سر۔" بلال احمد گاڑی کا دروازہ کھولتے ہوئے بولا۔ ان سب میں ساجدہ الجھی ہوئی تھی کیونکہ اس کیس کی گہرائی سے ناواقف تھی۔

****

(کیس اے) متاثرہ ناہید

"ناہید کی تو شادی ہو گئی ہے!" ناہید کی ماں نے ان کو جیسے اطلاع دی۔ ناہید کے گھر کے لان میں سناٹا چھا گیا۔

"پر جہاں تک میرے علم میں ہے ناہید تو صرف سولہ سال کی بچی ہے، آپ لوگوں نے کیسے اسکی شادی کروادی، آپ لوگ جانتے ہیں کہ بچوں کی شادی کی روک تھام کا ایکٹ 1929 وفاقی قانون ہے؟ اس کا مقصد

ناول کلب
Clubb of Quality Content

کم عمری کی شادی کو روکنا اور بچوں کے حقوق کا تحفظ کرنا ہے۔ آپ نے اس قانون کی خلاف ورزی کی ہے تو یہ ایک سنگین جرم ہے۔ اس کے تحت سخت سزائیں بھی ہو سکتی ہیں۔ ہمیں اس قانون کا احترام کرنا چاہیے تا کہ ہم بچوں کی فلاح و بہبود کو یقینی بنا سکیں۔" رافع بشیر ایک سانس میں بولا۔

"قانون؟ کس قانون کی بات آپ کر رہے ہیں سر؟ وہ قانون جو

میری بیٹی کو انصاف نا دلا سکا، میری بیٹی بے گناہ تھی اس کے ساتھ ظلم ہوا لیکن سب نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا سوائے ان کی بہن کے۔۔۔۔" ناہید کا باپ اچانک خاموش ہو گیا۔ اس حادثے نے ایک بار پھر ان کو جکڑ لیا۔

"میری بہن، اسلام آباد میں رہائش پذیر ہے۔ اس نے جب ہمیں تکلیف میں دیکھا تو فورا اپنے بیٹے کا رشتہ مانگ لیا، ہمدردی یا ترس کھا کر نہیں بلکہ ہماری

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

محبت میں اس نے میری بیٹی کی عزت بچا لی۔ لوگ کہتے ہیں کہ مشکل وقتوں میں اپنے ساتھ چھوڑ دیتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں کیونکہ میرا یہ ماننا ہے کہ مشکل میں ہمارے اپنے ہی کام آتے ہیں۔ آج ناہید کی شادی کو دو مہینے ہو گئے ہیں اور وہ اپنے گھر میں خوش ہے۔ اور کس قانون کی بات کر رہے ہیں آپ سر؟ اگر اس وقت قانون ہمارا ساتھ دیتا تو ہم بھی قانون کی

مانتے لیکن کچھ باتیں کاش ہی بن جاتی ہیں۔" ناہید کی ماں کی آنکھیں بھر آئی۔

”جاوید کو کسی نے بے رحمی سے مار ڈالا ہے۔۔۔۔۔۔۔“رافع بشیر ایک دم چپ ہو گیا۔

”اور آپ کو لگتا ہے اس کا قتل ہم نے کروایا ہے۔“ناہید کا باپ طنزیہ مسکرایا۔

”سر اس کو قتل کرنا ہوتا تو میں سب کے سامنے اس کو شوٹ کر دیتی لیکن ہم نے قانون ہاتھ میں

نہیں لیا، بلکہ آپ لوگوں سے مدد مانگی لیکن جب آپ لوگوں نے ہمیں نامراد لوٹایا تو ہم نے سب سے بڑی عدالت میں اپنا مقدمہ رکھا، وہ عدالت جہاں انصاف کے ساتھ فیصلے ہوتے ہیں اور آج ہمارے حق میں فیصلہ آ ہی گیا۔“آسمان کو دیکھتے ہوئے اس کی ماں بولی۔ لان میں عجیب سی خاموشی چھا گئی۔

”پولیس کے علاوہ کوئی اور آیا تھا اس کیس کے مطلق بات

کرنے؟" بلال احمد نے پوچھا۔

"جی ایک شخص آیا تھا، شاید کسی این جی او سے تھا لیکن ہم نے اس سے زیادہ بات چیت نہیں کی کیونکہ اس دن ناہید کا نکاح تھا۔" ناہید کا باپ کچھ یاد کرتا ہوا بولا۔

"اور اس کی شکل و صورت کچھ یاد ہے۔" ساجدہ نے مختلف سوال کر کے جیسے بلال احمد کی لیے آسانی کر دی۔

"نہیں! کیونکہ اس نے منہ میں

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

ماسک پہنا ہوا تھا اور آنکھوں پر کالا چشمہ۔" ناہید کے باپ نے سوچ کر جواب دیا۔

"آپ کے وقت کا شکریہ، اللہ حافظ۔" یہ کہہ کر رافع بشیر کھڑا ہو گیا۔ بلال احمد جو کچھ پوچھنے ہی والا تھا سوال اس کے منہ میں ہی رہ گیا۔

"سر مجھے ناہید کے باپ سے کچھ اور بھی پوچھنا تھا۔" گاڑی میں بیٹھتے ساتھ ہی بلال احمد بولا۔

”بلال احمد میں جانتا ہوں تم اس نامعلوم شخص کی پہیلی کو سلجھانے کی کوشش کر رہے ہو لیکن جلد بازی نہیں۔ ہمیں اس کیس کو باریکی کو احتیاط سے دیکھنا ہو گا۔“

”سر ایک بات پوچھوں؟“ گاڑی چلتے ہی ساجدہ بولی۔

”ہاں! پوچھو۔“ رافع بشیر موبائل پر کچھ ٹائپ کرتے ہوئے بولا۔

”سر آپ ان سب سے اتنی نرمی سے بات کیوں کر رہے ہیں؟ میرا

مطلب دس سال ہو گئے ہیں مجھے پولیس میں بھرتی ہوئے لیکن پہلا ایس ایچ او دیکھا جو اتنی نرمی سے تشویش کر رہا ہو۔“ ساجدہ کے سوال پر وہ اپنے مخصوص انداز میں مسکرایا۔

”کیس کیس پر انحصار ہے، خود دیکھو جن جن سے ہم مل کر آئے وہ کتنی تکلیف میں لگ رہے تھے۔ ہم پولیس والے بعد میں انسان پہلے ہیں۔ اس اذیت سے وہ گزرے اوپر سے ان کو انصاف بھی نہیں

ملا وہ کیا نام تھا پرانے ایس ایچ او کا؟“ رافع بشیر کو اس کا نام بھول گیا۔

”ایس ایچ او کامران اختر۔“ بلال احمد نے جواب دیا۔

”ہاں وہی، اگر وہ اس وقت انصاف سے کام لیتا اور اس پہلے مجرم کو قانونی سزا ملتی تو دوسرا یہ ناپاک حرکت کرنے سے پہلے سو بار سوچتا۔“ بلال احمد نے رافع بشیر کے لفظوں میں شدید غصہ محسوس کیا، بات

کرتے ہوئے اسکی کنپٹی کی رگیں تن گئیں تھیں۔ گاڑی میں عجیب سا سناٹا چھا گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اگلا کون؟" رافع بشیر نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"سر ادیقہ، وہ سکول ٹیچر۔" فائل میں سے اس کا نام پڑھتے ہوئے بلال احمد بولا۔

******

(کیس اے) متاثرہ ادیقہ

"مارا گیا؟ کیا مطلب مارا گیا۔" ادیقہ حیرانی سے رافع بشیر کو

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

دیکھ رہی تھی۔

"جی آپ کے مجرم کو کسی نے بے رحمی سے قتل کر دیا۔" رافع بشیر کو وہ بالکل بھی نارمل نہیں لگ رہی تھی۔

"یعنی آپ لوگوں کا کام کسی اور نے سر انجام دے دیا۔۔۔۔واو ویری گڈ۔۔۔۔۔۔" وہ عجیب انداز میں مسکرائی۔

”اور وہ اس کا ساتھی ؟وہ بھی مارا گیا کیا ؟“ ادیقہ کے چہرے پر برسوں کی تکلیف واضع طور پر

نظر آ رہی تھی۔

”مس ادیقہ ! میں جانتا ہوں آپ کو انصاف نہیں ملا لیکن جو کوئی بھی ہے وہ قانون کو اپنے ہاتھوں میں لے رہا ہے اور۔۔۔۔۔۔۔۔“ ادیقہ نے اسکی بات کاٹی۔

”قانون۔۔۔۔کون سا قانون ؟“ وہ چلانے والے انداز میں بولی۔

”کس قانون کی بات کر رہیے ہیں آپ ؟وہ قانون جو چند نوٹوں کی گڈیوں سے بک جاتا ہے۔اس ملک میں قانون نہیں پیسے کا

راج ہے رافع صاحب۔ میرا کیا قصور تھا؟ان درندوں نے اپنی ہوس پوری کرنے کے لیے میری زندگی برباد کر دی۔ میرے جسم کے ساتھ ساتھ روح کو بھی چھلنی کر دیا۔ میری دو سال

کی منگنی ٹوٹ گئی کیونکہ میرے منگیتر کو میری ذات سے شرمندگی ہوتی تھی۔ میرا کیا جرم تھا، یہی کہ میں گھر سے نکل کر علم پھیلاتی تھی۔ یہ دنیا بہت ظالم ہے رافع صاحب،

بے گناہوں کو سزا دینے میں ان کو مزہ آتا ہے۔" آنسوں نے اس کی زبان بند کر دی۔

"میں آپ کا درد سمجھ سکتا ہوں، لیکن میں قانون کی عزت کرنے والوں میں سے ہوں۔ خدا کی قسم اگر اس وقت آپ کا کیس میرے ہاتھوں میں ہوتا تو میں ان درندوں کا وہ حشر کرتا کہ دنیا دیکھتی۔" ساجدہ نے اس کی آنکھوں میں خون دیکھا لیکن اگلے ہی پل اس نے خود کو

نارمل کیا۔

"سر میں آپ کے جذبے کی قدر کرتی ہوں لیکن اب اس کاش کا کوئی فائدہ نہیں۔ ظلم بھی میرے ساتھ ہوا اور سزا بھی مجھے ملی۔ میری منگنی ٹوٹ گئی، سکول والوں نے مجھے نوکری

سے نکال دیا،خاندان والے اپنی بیٹیوں کو مجھ سے چھپاتے ہیں جسے میں کوئی اچھوت ہوں۔
آپ جانتے ہیں لوگ میرے بارے میں کیا کہتے ہیں؟"

اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔اس کے لفظوں میں شکست تھی۔

"کہتے ہیں کہ میں نے ہی اپنی اداؤں سے ان جانوروں کو اپنی طرف مائل کیا ہو گا۔روز گھر سے باہر نکلو گی تو ایسا تو ہو گا،کس نے کہا تھا پولیس کے پاس جانے کو،عزت دار لڑکیاں یوں تھانوں کچہریوں میں اپنی عزت نیلام نہیں کیا کرتی۔عزت دار!لڑکوں سے تو غلطیاں ہو جاتی ہیں،تم تو لڑکی تھی خاموش نہیں رہ

سکتی تھی اب ساری زندگی اسی رسوائی کے ساتھ گزرے گئی۔شادی،گھر بسانے کے خواب چھوڑ دو اور اپنے گناہوں پر استغفار کیا کرو۔۔۔۔۔۔گناہ!کون سا گناہ۔۔۔۔۔۔"اپنی

تکلیف کو یاد کرتے وہ لوگوں کے جملوں کو دہرا رہی تھی۔ کچھ پل کمرے میں خاموشی کا راج ہو گیا، پھر رافع بشیر بولا۔

"ملزم وقار کے دوست کو میں ڈھونڈ کر رہوں گا، آپ براہ کرم

ساجدہ کو اس کا حلیہ اور دیگر معلومات فراہم کر دے، اور آپ؟" ادیقہ کی ماں سے پہلی بار مخاطب ہوا۔ وہ بزرگ عورت اپنی جوان بیٹی کے صدمے سے ٹوٹ چکی تھی اس کی آنکھیں گہرے رنج کو چھپانے کی ناکام کوشش کر رہیں تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"کیا میں آپ سے اکیلے میں بات کر سکتا ہوں؟" اس نے مدہم آواز میں پوچھا۔ اس عورت نے ایک نظر اپنی بیٹی پر ڈالی جو

ساجدہ کو تفصیلات بتانے میں مصروف تھی۔ اس عورت نے اثبات میں سر جھکایا اور رافع بشیر اور بلال احمد کے ہمراہ خاموشی سے کمرے سے نکل گئیں۔ گیٹ تک وہ سب خاموش رہے پھر رافع بشیر بولا۔

”اماں؟ کیا پولیس کے علاوہ بھی کوئی آیا تھا ادیقہ کے کیس کی جانکاری حاصل کرنے؟“ رافع بشیر نے سیدھا سیدھا سوال پوچھا۔ وہ عورت سوچ میں پڑ گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

”ہاں ایک شخص آیا تھا، ادیقہ سے ملاقات نہیں کی بس مجھ سے کچھ سوال کیے اور چلا گیا۔" اس عورت نے کہا۔

”اور آپ نے کیسے ایک انجان انسان کو تفصیلات دے دی اماں؟“ بلال احمد سے رہا نا گیا۔

”وہ کہہ رہا تھا کہ کسی ادارے سے وابسطہ ہے جو اس قسم کے متاثرین کو انصاف فراہم کرتے ہیں اور باقی کچھ خاص نہیں

بتایا۔“

”اور نام بتایا اس نے؟“ رافع بشیر کو تسلی نہیں ہوئی۔

”ہاں۔۔۔۔۔۔ عجیب سا نام بتایا تھا اس نے۔۔۔۔۔ کافی دیر سوچ میں پڑ گئی کہ یہ بھی کوئی نام ہوا۔“ عورت کچھ سوچ کر مسکرائی۔

”کیا نام تھا اماں؟“ اب کی بار بلال احمد کے ساتھ ساتھ رافع بشیر بھی بے تاب نظر آیا۔

”ھممممم پرانی بات ہے شاید۔۔۔۔۔“ وہ سوچنے لگی۔ اس عورت کی

یادداشت پر اب رافع بشیر کے چہرے پر بیزاری واضح ہوئی۔

”مشہد۔۔۔ کہہ رہا تھا اپنا نام۔۔۔۔۔۔۔ عجیب انسان تھا، عجیب باتیں کر رہا تھا۔“ وہ عورت لان کو دیکھتے ہوئے بولی۔

”کیسی باتیں۔۔۔؟“ نام سننے کے بعد رافع بشیر کو باتوں میں دلچسپی پیدا ہوئی۔

”کہہ رہا تھا کہ اس لان میں کافی پھولوں کی کمی ہے، پھول ہمیں مشکل وقت میں حوصلہ

دیتے ہے۔۔۔۔ میں نے کہا بیٹے پھول ہمیں کیسے حوصلہ دیتے ہیں؟ تو بولا مشکل وقت میں پھول اپنی خوبصورتی اور خوشبو سے امید دلاتے ہیں، یہ سکھاتے ہیں کہ سختیوں کے باوجود زندگی میں خوبصورتی باقی رہتی ہے۔ یہ پھولوں کی فطرت ہوتی ہے کہ کانٹوں کے ساتھ بھی اپنی خوشبو کو ہر طرف پھیلانے سے باز نہیں آتے، اور جب کوئی قدردان مل جاتا

ہے تو وہ سب سے پہلے کانٹوں کو ہی جدا کرتا ہے۔ میں نے بھی کہا پھولوں سے کانٹے ہٹانے کے لیے تو پھول کو توڑنا پڑتا ہے تو کہتا ہے کہ ٹوٹے بغیر بھی کسی کو اپنی منزل ملی ہے کیا کبھی؟" بلال احمد کشمکش و پیچ میں مبتلا ہو گیا۔ رافع بشیر دھیرے سے مسکرایا۔

اس عورت نے اپنی بات جاری رکھی۔

"بار بار ایک بات کرتا رہا، آنتوریوم کی کمی ہے اس لان میں۔۔۔۔۔۔۔۔" وہ عورت کیاریوں کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"آنتوریوم آخر ہے کیا؟" بلال احمد نے سوچا۔

"اور مشہد کا حلیہ کیا تھا؟" رافع بشیر نے سوال پوچھا اور بلال احمد نے فائل کھول کر پین پکڑ لیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

''آنکھوں پر کالا چشمہ، منہ پر ماسک، کالا لمبا کوٹ اور سر پر کاؤ بوائے کی ٹوپی۔۔۔۔۔''

عورت سوچ سوچ کر بولی اتنی دیر

میں ساجدہ باہر آگئی ادیقہ بھی اس کے ہمراہ تھی۔

''ٹھیک۔۔۔۔۔اب ہم چلتے ہیں اور ادیقہ! بھائی سمجھ کر ایک بات کہوں؟''رافع بشیر اس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے پوچھا۔

''جی ضرور۔۔۔۔۔۔۔''ادیقہ کی آنکھوں میں پانی بھر آیا۔

''ماضی کو سر پر سوار کرو گئی تو حال دھندلا اور مستقبل اندھا ہو جائے گا۔اپنے آپ کو اتنا قابل بناؤ کہ وہی لوگ جو تمہارے

پیچھے باتیں کرتے ہیں، جھک کر سلام کرے۔ ایک نوکری چلی گئی تو کیا ہوا، زندگی ختم نہیں ہوئی۔ اگلے سال سی ایس ایس کے امتحانات ہیں، تیاری کرو اور امتحانات پاس کرو میں دو سالوں میں تمہیں اپنے ڈپارٹمنٹ میں دیکھنا چاہوں گا اور کوئی مدد بھی چاہیے اپنے بھائی کو بلا جھجک فون کرنا تم اس ملک کا قیمتی اثاثہ ہو اپنے آپ کو یوں ضائع نہ ہونے دو اٹھو! ہمت

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کرو پھر دیکھنا آسانیاں خود ہر قدم پر تمہارا استقبال کریں گی۔" اپنی بات ختم کرکے ادیقہ کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا۔

ادیقہ کی آنکھیں ایک بار پھر بھر گئی لیکن اس بار اس کے چہرے پر ایک خوبصورت سی مسکان بھی ابھر آئی۔

******

(کیس اے) متاثرہ زینت

”وہ لوگ تو کب کے یہ محلہ چھوڑ کر جا چکے ہیں۔“ زینت کے

پڑوسی نے بلال احمد کو بتایا دی۔

”کہاں گئے کچھ پتہ ہے ؟“ بلال احمد نے پوچھا اتنی دیر میں رافع بشیر بھی گاڑی سے اتر آیا۔

”معلوم نہیں صاحب راتوں رات غائب ہو گئے۔ شریف لوگ ایسی ذلت اور رسوائی کہاں برداشت کر سکتے ہیں اور یہ تو ہونا ہی تھا، آج کل کے بچے، اللہ معاف کرے۔ کسی انسان کا خوف ہی نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ماں باپ بھی کتنا

خیال رکھے اسی اولاد کا اور۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔“ بات اس کے منہ میں ہی رہ گئی اور اگلے ہی پل اس کا کالر رافع بشیر کی گرفت میں تھا۔

"کیا کہا تو نے؟ کیا بکواس کی؟اس دس سال کی بچی کا قصور تھا۔۔۔۔۔۔؟"رافع بشیر کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔ کالر پر اس کی گرفت مضبوط ہوتی جا رہی تھی۔

"اس درندے نے بچی کے جسم

کے ساتھ ساتھ اس کی روح کو بھی چھلنی کر دیا اور تو کہتا ہے اس بچی کا قصور ہو گا۔"رافع بشیر دانت پیستا ہوا بولا۔

"وکٹم بلیمینگ بند کر۔۔۔۔۔۔"اب کے رافع بشیر اپنا آپا کھو بیٹھا۔

"نہیں۔۔۔۔۔ نہیں صاحب میرا یہ مطلب۔۔۔۔۔۔۔۔"آدمی نے کچھ بولنا چاہا لیکن رافع بشیر نے اس کی بات کاٹ دی۔

"بکواس بند کر! خدا کی قسم۔۔۔۔۔۔۔ خدا کی قسم اگر

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

مجھے قانون کی عزت کا خیال نہ ہوتا تو تیرا ادھر ہی انکاونٹر کر دیتا سالے۔" ایک جھٹکے سے رافع بشیر نے اس کا کالر چھوڑا۔ آدمی اتنا گھبرا گیا کہ جسے ہی رافع بشیر نے اپنے ہاتھوں کو اس کے کالر سے آزاد کیا وہ ایک سیکنڈ ضائع کیے بغیر وہاں سے رفو چکر ہو گیا۔ رافع بشیر نے گہری سانس لی اور خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔

"سر آپ ٹھیک ہیں؟" بلال احمد نے پوچھا۔

"تم دونوں گھر چلے جاؤ، اور ہاں صبح ٹھیک نو بجے تم میرے آفس میں موجود ہو بلال احمد۔"

یہ کہہ کر وہ گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔

چاروں طرف مغرب کی اذانیں گونج رہی تھی۔ بلال احمد دور جاتی اس کی گاڑی کو دیکھ رہا تھا۔

آج رافع بشیر کے اس روپ نے بلال احمد کو بہت سے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

سوالوں میں الجھا دیا۔

اس منظر سے دور شہاب کے گھر چارپائی پر بیٹھا چائے پیتا مشتاق یوسفی اپنی ماں سے فون پر باتیں کرتا دکھائی دے رہا تھا۔ شہاب اپنے کام پر جانے کے لیے تیار ہو رہا تھا۔

"واپس کب آئے گا مشتاق، تیری بڑی یاد آتی ہے۔" اس کی ماں کی آواز بھر گئی۔ شام ابھی تازی تھی لیکن رات نے آسمان پر اپنی دستک دینا شروع کر دی تھی۔

"جلد آؤ گا اماں اور وہ۔۔۔۔۔۔۔" وہ رکا۔

"نرگس ٹھیک ہے اور تجھے یاد کرتی ہے" اس کی ماں جانتی تھی کہ وہ کس کا پوچھنے والا تھا۔

"کام کیسا جا رہا ہے؟" اس کی ماں کی آواز میں اب بھی بے چینی تھی۔

"سب ٹھیک ہے اماں اور کام بھی الحمد اللہ اچھا چل رہا ہے، اگلے مہینے امتحان ہے دعا کرنا۔"

بی

اے کے امتحانات کا ذکر کرتے ہوئے اپنی ماں سے دعا کی درخواست کی۔

”تیری پڑھائی کے پہلے ہی کافی سال ضائع ہو گئے تیرے باپ کی دوسری شادی کے چکر میں اور پھر جب سب ٹھیک ہونے لگا تو وہ حادثہ ہو گیا۔۔۔۔۔۔“ مشتاق یوسفی کے چہرے پر سایہ سا گزرا۔ اس کی آنکھیں ضبط سے لال ہو گئی۔ ماضی سے آنے والے شور نے اس کے کانوں کو مفلوج

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کر دیا۔ اس کے بعد اس کی ماں کیا بول رہی تھی وہ سننے سے قاصر تھا۔ نا جانے وہ کتنی ہی دیر اس کیفیت سے دوچار رہا کہ شہاب کی آواز سے وہ ہوش میں آیا۔

”مشتاق؟ سب خیریت تو ہے وہاں؟ خالہ تمہیں پکار پکار کر تھک گئی اور پھر فون کاٹ دیا، کہا کھو گئے تھے تم؟“ شہاب جوتے پہنتا ہوا بولا۔

”نرگس کا سوچ رہا تھا، کاش

میں اسے بچا سکتا۔“اس کے لہجے میں درد شہاب نے محسوس کیا۔

”شکر کرو اس وقت بات دب گئی ورنہ ابھی تم کہا ہوتے یہ تم جانتے ہوں۔ تمہاری قسمت اچھی تھی کہ اس دن میں گاؤں میں تھا ورنہ۔۔۔۔۔۔“وہ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

”اس جانور کا انجام اس سے بھی زیادہ بھیانک ہونا چاہیے تھا میرا بس چلتا تو میں اسے ایسی

Clubb of Quality Content

دردناک موت دیتا کہ ہر اس انسان کے لیے وہ سبق ہوتا جو یہ گھناونا کام کرتے ہیں۔ اس کی وجہ سے نرگس ایک زندہ لاش بن چکی ہے۔“اس کی آنکھوں میں خون اترا آیا۔

"آرام سے بھائی۔۔۔۔ ٹھنڈے ہو جاؤ۔ میں نے مٹر پلاؤ بنا دیا ہے، کھانا کھاؤ اور دوائیں کھا کر آرام سے سو جانا کوئی بھی فضول باتیں سوچ کر اپنے آپ کو اذیت سے دوچار مت کرنا۔ گزار

ہوا وقت واپس نہیں آتا لیکن ہم اچھے وقت کی امید ضرور کر سکتے ہیں۔ اللہ ان ظالموں کو سزا دے جو اپنے نفس کو راحت پہنچانے کے لیے دوسروں کا سکون تہس نہس کر دیتے ہیں۔"

شہاب نے افسوس سے سر جھٹکا اور اپنے کام پر چلا گیا۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content!

"کبھی کبھی ایسے درندوں کے لیے ان سے بھی بڑا درندا بننا پڑتا ہے۔" وہ منہ میں بڑبڑا اور چارپائی سے اٹھ کر باورچی

خانے میں چلا گیا۔

****

”سر میں نے فائل تیار کر دی ہے۔“ٹھیک نو بجے وہ اس کے آفس میں موجود تھا۔ کل کے مقابل وہ بلال احمد کو نارمل لگ رہا تھا۔

”ہمممم۔۔۔۔ویسے یہ کیس عجیب سا ہے،ایک ایسا سیریل کلر جو گناہ گاروں کو ایک مخصوص انداز میں مار رہا ہے۔ کیا وہ

قانون کا تماشا بنا رہا ہے یا ان جیسے درندوں کے لیے کوئی عبرت ؟“رافع بشیر فائلز دیکھتے ہوئے بولا۔

”سر میں نے ان پر کچھ ریسرچ کی ہے۔“اپنا لیپ ٹاپ کھولتے بلال احمد بولا۔

”تاریخ میں کچھ افراد نے خود ساختہ "ویجلنٹیز"(انتقامی قاتلوں) کے طور پر ایسے لوگوں کو قتل کیا جنہیں وہ مجرم سمجھتے تھے۔ تاہم،یہ افراد

عموماً روایتی سیریل کلرز کے طور پر نہیں جانے جاتے، کیونکہ سیریل کلرز کی تعریف ان لوگوں کے لیے کی جاتی ہے جو متعدد افراد کو مسلسل قتل کرتے ہیں اور ان کے قتل کے پیچھے کوئی خاص نفسیاتی یا غیر منطقی وجوہات ہوتی ہیں۔ "لیپ ٹاپ پر تیزی سے انگلیاں چلاتے ہوئے وہ بول رہا تھا۔ رافع بشیر اس کی باتیں توجہ سے سن رہا تھا۔

"یہ رہا! ایک مشہور مثال زودیک

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کلر (Zodiac Killer) کی ہے، جو امریکہ کا رہائشی تھا۔ زودیک کلر کے قتل کی نوعیت اور اس کے پیچھے کے محرکات مکمل طور پر واضح نہیں تھے، مگر کچھ نظریات ہیں کہ وہ اپنے قتل کو کسی قسم کے 'انصاف' کے طور پر دیکھتا تھا، اگرچہ یہ محض قیاس آرائیاں ہیں۔ اس کے علاوہ، تاریخ میں کچھ ویجلنٹیز قاتلوں کا ذکر بھی ملتا ہے جو خود کو سماجی انصاف کا نمائندہ سمجھ

کر قتل کرتے تھے، لیکن ان کے اعمال اکثر قانونی یا اخلاقی حدود سے تجاوز کرتے تھے۔

یہ کہنا ضروری ہے کہ بیشتر سیریل کلرز نفسیاتی مسائل یا غیر منطقی وجوہات کی بنا پر قتل کرتے ہیں، اور ان کے قتل میں کسی قسم کا انصاف یا اخلاقی جواز نہیں ہوتا۔" وہ گوگل سے تحریر پڑھ کر رافع بشیر کو سنا رہا تھا۔

"سٹرینج!" رافع بشیر کے منہ

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سے بے ساختہ نکلا۔

"اچھا گوگل پر سرچ کرو 'جان جارج ہیگ'۔۔۔۔۔" وہ بھی رافع بشیر تھا جو ہوم ورک کر کے آتا تھا۔ بلال احمد نے گوگل کیا اور اس تحریر کو پڑھنا شروع کیا۔

”جان جارج ہیگ، جو 'ایسڈ باتھ مرڈرر' کے نام سے مشہور ہے، اپنے جرائم کا مقصد مرنے والوں کی جائیداد پر قبضہ کرنا تھا۔ اس کے قتل کرنے کا طریقہ خاص طور پر خوفناک، غیر

انسانی اور بے رحمی پر مبنی تھا۔ ایک خاص قتل کے بعد، وہ قریبی ہوٹل گیا، ٹوسٹ، آملیٹ اور کافی کا آرڈر دیا، اور اخبار پڑھتے ہوئے ایسے رویے کا مظاہرہ کیا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔ سر اور کچھ خاص تفصیلات مہیا نہیں۔“ بلال احمد نے لیپ ٹاپ سے نظریں ہٹا کر رافع بشیر کو دیکھا۔

”اور وہ جاوید اقبال؟ نام سنا ہے اس سیریل کلر کا؟“ رافع بشیر

اب اس کا امتحان لے رہا تھا کیونکہ جاوید اقبال کا کیس تاریخ کا سب سے بڑا اور بھیانک کیس تھا۔

سر جاوید اقبال ایک پاکستانی سلسلہ وار قاتل تھا، وہ سو بچوں کا قاتل اور انھیں جنسی طور پر ہراساں کرنے کا مجرم تھا اور اس نے ایک خط لکھا جس میں اس نے سو بچوں کے قتل کا اعتراف کیا جن کی عمریں چھ سے سولہ سال کے درمیان تھیں۔

اس نے ساتھ میں یہ بھی اعتراف کیا کہ اس نے ان بچوں کو گلا گھونٹ کر مارا اور ان کے جسم کے کئی ٹکڑے کیے۔ وہ ان بچوں کو جو گھر سے بھاگے تھے یا سڑک کنارے رہنے والے یتیم لاوارث بچوں کو نشانہ بنایا کرتا تھا۔ نیز قتل کے بعد ان کے جسم کو تیزاب (ہائیڈروکلورک ایسڈ) میں ڈال دیا کرتا اس کے بعد وہ اسے دریا میں بہا دیتا۔ جب پولیس اور رپورٹر اس کے گھر

گئے تو انھوں نے کئی نشانہ بننے والوں کی تصویریں پائیں، نیز دیواریں بھی خون سے آلودہ تھیں اور انھیں زنجیریں بھی ملی جو اقبال کے مطابق گلا گھونٹنے کے لیے تھیں۔ ان تمام

چیزوں پر مجرم نے تحریریں لکھی تھیں جو ان چیزوں کے تعارف میں تھیں۔ نیز پولیس والوں کو ایک بیگ بھی ملا جس میں تیزاب اور جسمانی بقایاجات تھیں جس پر مجرم نے

لکھا تھا کہ "اسے میں نے اس لیے ٹھکانے نہیں لگایا تاکہ حکام کو ثبوت مل سکے۔ اقبال کے ان انکشافات کے بعد لاہور پولیس نے پاکستانی تاریخ کے سب سے بڑے چھاپوں کا آغاز کیا جس میں اقبال کے ساتھ رہنے والے چار لڑکوں کو بھی گرفتار کیا گیا جن میں سے ایک کی موت مبینہ طور پر جیل سے فرار ہوتے ہوئے۔ اقبال کی ڈائری میں اس کے ہاتھوں قتل کیے گئے تمام بچوں

کی تفصیلات تھیں لیکن عدالت میں اقبال نے خود کو بے گناہ قرار دیا۔ اس کے مطابق اس نے یہ تمام کہانی گھر سے بھاگنے والے بچوں کے معاملات کو سامنے لانے کے لیے گھڑی تھا۔ سو افراد نے اقبال کے جرم سے متعلق شہادتیں جمع کرائیں، جس پر عدالت کے جج

نے ان الفاظ میں فیصلہ دیا [تمھیں ان والدین جن کے بچوں کے تم قاتل ہو، کے سامنے گلا گھونٹ کر مارا جائے

گا۔ تمہاری لاش کے سو ٹکڑے کیے جائیں گے اور اس کے بعد اسے تیزاب میں ڈالا جائے گا] لیکن آٹھ اکتوبر کو اقبال اور اس کے ساتھی ساجد نے کوٹ لکھپت جیل میں خودکشی کر لی۔ ان لوگوں نے اپنے پیچھے کوئی وصیت نہیں چھوڑی۔ وہ آخری بیان دینے پر بھی راضی نہیں تھے۔ سر اب وہ خودکشی تھی یا کسی کا غصہ انہیں راتوں رات نیند کی آغوش میں

لے گیا خدا جانے۔۔۔۔"

"امپریسیو! بھئی مان گیا تم واقعی ایک قابل پولیس آفیسر ہو۔ تبھی تو میرے فیورٹ ہو۔"

رافع بشیر داد دیئے بغیر نا رہ سکا۔

"شکریہ سر!" بلال احمد نے ادب سے سر جھکایا۔

"سر میرے لیے کیا حکم؟" بلال احمد نے لیپ ٹاپ بند کرتے ہوئے پوچھا۔

"وقار کے دوست نوید صادق کو

ڈھونڈنا ہے جلد سے جلد۔۔۔۔۔یہ کام دو سے تین دن میں ہو جانا چاہیئے، ادیقہ کے بیان کے مطابق اس انسان کی تلاش شروع کرو۔۔۔۔۔کافی وقت ہو گیا ہے وہ شاید اب تک لاہور واپس آ گیا ہو گا۔۔۔۔پتہ ہے اس کا ملنا بہت ضروری ہے کیونکہ اگر وہ مل گیا تو سمجھو وہ سیریل کلر بھی ہمارے شکنجے میں آ گیا۔ سمجھے کچھ؟" رافع بشیر نے اپنی چمکتی سیاہ آنکھوں سے بلال

احمد کو دیکھا۔

”بالکل سر! شکاری کو شکار پکڑنے کے لئے جال تو بچھانا پڑتا ہے۔اس کھیل میں شکاری ہم، جال نوید صادق اور شکار وہ۔۔۔۔۔۔ کیا نام ہونا چاہیے؟“بلال احمد نے سوچا۔

”آنتوریوم۔۔۔۔۔۔“رافع بشیر نے اس کا جملہ مکمل کیا۔

"سر وہ کیا ہوتا ہے؟"اس کے چہرے پر اضطراب تھا۔

"آنتوریوم(Anthurium)ایک

پھول ہے جس کی پتیاں دل کی شکل کی ہوتی ہیں۔ان کے رنگ سفید، سرخ، گلابی یا سبز ہو سکتے ہیں،اور یہ چمکدار اور ہموار ہوتی ہیں، جو دل کی شکل میں نظر آتی ہیں۔ان کے درمیان میں چھوٹے پھول ہوتے ہیں جو عموماً پیلے یا سفید رنگ کے ہوتے ہیں اور یہ پھول طویل عرصے تک کھلے رہنے کا ہنر جانتے ہیں لیکن یہ پھول جتنے خوبصورت ہوتے ہیں اتنے ہی زہریلے۔۔۔۔اگر

غلطی سے کھا لیے جائیں تو یہ انسانوں اور جانوروں کے لیے نقصان دہ ہو سکتے ہیں" رافع بشیر نے مختصر تعارف دیا۔

"لیکن سر اس سیریل کلر اور آنتوریوم کا تعلق سمجھ نہیں آیا؟" بلال احمد ابھی بھی الجھا ہوا تھا۔

"مشتاق یوسفی؟ اس کی ڈیٹیلز چاہیے مجھے آج شام تک۔" گھڑی دیکھتے ہوئے وہ بولا۔ اتنے عرصے میں بلال احمد بھی سمجھ گیا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

تھا کہ گھڑی دیکھنے کا مطلب ہے اب وہ جا سکتا ہے اور کوئی سوال نہیں۔

"ٹھیک ہے سر" بلال احمد فائل اٹھا کر جانے لگا کہ رافع بشیر بے اسے آواز لگائی۔

"بلال احمد فائل یہی چھوڑ کر جاؤ میں رات میں اس کو باریکی سے دیکھوں گا۔ مشتاق یوسفی کی زندگی کا خلاصہ مجھے رات تک چاہیے ٹھیک نو بجے میری بلڈ نگ کے پاس والے

ڈھابے پر ملو۔"بلال احمد اثبات میں سر ہلا کر آفس سے چلا گیا۔

"بس ایک قدم اور اس راز سے پردہ ہٹ جائے گا۔"رافع بشیر نے فائلز دیکھتے ہوئے خود کلامی کی۔

"سلام صاحب۔"رافع بشیر نے دھیرے سے سر اٹھایا۔سامنے چھوٹو ہاتھ میں چائے لیے کھڑا اس کو دیکھ رہا تھا۔

"ہاں بھئی چھوٹو! آج پھر سکول نہیں گئے؟"اس نے قدرے نرمی

سے پوچھا۔

"نہیں صاحب میں اب اسکول نہیں جاؤ گا۔"چائے کی پیالی میز پر رکھتے ہوئے وہ بولا۔

"کیوں نہیں جاؤ گے؟ کچھ ہوا ہے کیا سکول میں؟" پیالی اٹھاتے ہوئے پوچھا۔ چھوٹو کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

"نہی۔۔۔ نہیں کچھ نہیں ہوا،صاحب میرا باپ نہیں ہے اور اپنے گھر والوں کا پیٹ پلنے کے لیے میں قربانی کے علاوہ کچھ

نہیں دے سکتا،صاحب مجھے بھی پڑھنے کا بہت شوق ہے لیکن یہ غربت انسان کی خواہشات کو کچل کر رکھ دیتی ہے۔" چھوٹو نے افسوس سے سر جھٹکا۔ وہ صرف چودہ سال کا تھا لیکن اس کی باتوں کی گہرائی نے رافع بشیر کو متاثر کیا۔ چھوٹو کی نظر میز پر پڑی لال رنگ کی فائل پڑ پڑی وہ اردو پڑھ لکھ سکتا تھا لیکن اس فائل کے اوپر کوئی اور ہی زبان لکھی ہوئی

تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

”صاحب یہ کیا لکھا ہوا ہے؟“ چھوٹو نے پوچھا۔ اس کی نظروں کا تعاقب کرتے رافع بشیر نے اس فائل کو دیکھ۔

”رازهای حل نشُدہ۔۔۔۔۔“ رافع بشیر نے سرسری سا کہا۔

”یہ کون سی زبان ہے؟“ چھوٹو سے رہا نا گیا۔

”فارسی۔“ مختصر جواب ملا۔

”آپ کو فارسی آتی ہے؟“ اب وہ اس فائل کو نزدیک سے دیکھنے

Clubb of Quality Content

لگا۔ رافع بشیر نے اس کے سوالوں سے تنگ آ کر بے زاری سے ابرو اٹھی۔

”تم میرا انٹرویو لے رہے ہو کیا؟“ کچھ دیر پہلے کی نرمی سختی میں بدل گئی۔

”سوری۔۔۔۔ اچھا میں چلتا ہوں، اللہ حافظ۔“ یہ کہہ کر وہ الٹے پیر واپس چلا گیا۔ رافع بشیر نا جانے کتنی دیر اس فائل کو غور سے دیکھتا رہا۔

******

”کہاں جا رہے ہو مشتاق؟“ چوکیدار تنویر نے اسے خاموشی سے پارک سے نکلتے ہوئے دیکھا تو پوچھا۔

”چاچا آج کچھ طبیعت ٹھیک نہیں گھر جا کر آرام کرنا چاہتا ہوں، اگر آپ کی اجازت ہو۔“

چوکیدار تنویر کو اس کا رنگ اڑا ہوا لگا۔ اس کی آنکھیں اس کا ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

”طبیعت کو کیا ہوا؟“ مشکوک انداز میں چوکیدار نے پوچھا۔

”شاید موسم کی اچانک تبدیلی کی وجہ سے بخار محسوس ہو رہا ہے“ اس نے مختصر جواب دیا۔

”ٹھیک ہے! جاؤ“ چوکیدار تنویر اب بھی اسے مشکوک نظروں سے جاتا دیکھ رہا تھا۔

گھر کی طرف مڑنے کے بجائے وہ دوسرے راستے موڑ گیا۔ دس منٹ چلنے کے بعد وہ چوک پر آ کر کسی کا انتظار کرنے لگا۔ کوئی پندرہ منٹ بعد وہ آتا دکھائی دیا۔ وہ چلتا ہوا اس کے

پاس آ رہا تھا۔

"اسلام وعلیکم مشتاق بھائی" اس کے پاس آ کر وہ بولا

"وعلیکم اسلام! کیسے ہو؟" اس کے سر پر پیار کرتے ہوئے نرمی سے پوچھا۔

"ٹھیک۔۔۔۔؟" اس کی چودہ سالہ آنکھوں میں پریشانی تھی۔ سڑک پر گاڑیاں رواں دواں تھیں، چوک میں صرف وہ دونوں اکیلے کھڑے تھے۔

"اور کیا بات ہوئی جلدی

بتاؤ؟۔۔۔۔"مشتاق یوسفی نے پوچھا۔ سگنل بند ہونے کے باعث بلال احمد نے اپنی موٹر سائیکل روک دی۔ آس پاس دیکھتے ہوئے اس کی نظر چوک پر ٹھہر گئی۔ وہ بے یقینی سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا۔ فاصلہ اتنا تھا کہ وہ ان کی گفتگو سن نہیں پایا، لیکن ان کے انداز سے ایسا نہیں لگ رہا تھا کہ وہ پہلی بار ملے ہوں۔ چودہ سال کا وہ لڑکا مشتاق یوسفی کو کوئی بات بتا

رہا تھا اور اس کی توجہ پوری طرح اس پر تھی۔ بلال احمد کو وہ منظر غیر معمولی سا لگا، کچھ تو تھا جو سامنے ہو کر بھی اوجھل تھا۔ سگنل کھولا تو بلال احمد وہاں سے چلا گیا۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

"اچھا کیا جو تم نے مجھے سب بتا دیا، اب میں اس معاملے کو دیکھتا ہوں، تم اپنا بہت خیال رکھنا چھوٹو۔"یہ کہہ کر اس نے جیب سے پانچ سو کا نوٹ نکالا اور چھوٹو کے منع کرنے کے

باوجود اس کو تھما دیا۔

******

شام کو ڈیوٹی سے فارغ ہو کر رافع بشیر اپنے اپارٹمنٹ کے لیے نکل پڑا۔ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے دو فائلیں ساتھ والی سیٹ پر رکھ دی۔ خوبصورت شام، دلکش موسم اور کلاسیکل گانوں نے سفر کو مزید چار چاند لگا دی تھی۔ سارے دن کی تکان جیسے اترنے لگی۔ اپارٹمنٹ پہنچ کر فائلیں اس نے اپنے لاؤنج کی

میز پر رکھ دی اور فریش ہو کر چائے بنانے باورچی خانے میں چلا گیا۔

******

"کھانا تو کھاتا جا بلال۔" تیزی سے کمرے سے نکلتا بلال احمد کو اس کی ماں نے پیچھے سے آواز لگائی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

”نہیں اماں دیر ہو رہی ہے سر سے ملنے جارہا ہوں انہیں انتظار کرنا پسند نہیں۔“ اپنے جوگر پہنتے ہوئے بولا۔

”دو نوالے ہی کھالے۔“ اس کی ماں پیچھے کمرے سے باہر آگئی۔

”اماں آپ دونوں کھالے مجھے دیر ہو جائے گئی، اور ہاں دوائیں ضرور کھانا آپ ہمیشہ بھول جاتیں ہیں۔“ ماں کی فکرمندی پر بلال احمد نے ان کو گلے سے لگایا۔

”یہ تیرا روز کا معمول بن گیا ہے بلال۔۔۔۔“ اس کی ماں نے افسوس سے دیکھا۔

”اماں۔۔۔ خفا کیوں ہوتیں ہیں،

آپ کا بیٹا پولیس آفیسر ہے اور پولیس والوں کی زندگی آسان نہیں ہوتی اور اوپر سے آج کل ایک کیس پر کام کر رہا ہوں دعا کرنا اگر یہ کیس حل ہو گیا تو تمہارے بیٹے کی پروموشن پکی۔"بلال احمد نے مسکرا کر کہا۔

"میری ساری دعائیں تم دونوں کے ہی حق میں ہوتیں ہیں۔"اس کی ماں نے اسکا ماتھا چومتے ہوئے کہا۔

"اماں آپ کی دعاؤں کی ہی وجہ سے آج تک ہم ہر مشکل سے بچ جاتے ہیں اور آپی کہا ہیں؟ آپی۔۔۔۔ آپی؟"اس نے زور سے آوازیں لگائی۔

"اوپر چھت پر ہوں بلال کیا ہوا؟"ماہ نور نے سیڑھیوں کے پاس آکر آواز دی۔

"آپی کھانے میں کیا بنایا ہے؟"اس نے پوچھا۔

"آلو بینگن۔"اپنی ہنسی روکتے ہوئے بولی۔

”کیا یار۔۔۔۔۔پھر بینگن؟ آپ کو پتہ ہے مجھے کتنے ناپسند ہے،اچھا ہوا رافع سر نے ڈھابے پر بلوایا ہے، آپی آپ کو آپ کے بینگن مبارک ہوں،میں تو نکلا۔۔۔۔“ وہ دھیرے سے مسکرایا اور اپنی ماں کو خداحافظ کرتے ہوئے گھر سے چلا گیا۔وہ اس کو جاتا دیکھ رہی تھی،ان کے چہرے کی جھریاں ماضی کی سختیوں کی گواہی دے رہی تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

بلال اور ماہ نور کے والد کے انتقال کے بعد ان کی ماں نے محنت مشقت کر کے ان دونوں کو پڑھایا۔بلال احمد ماہ نور سے چھ سال چھوٹا تھا۔گریجویشن کے بعد اس نے سی ایس ایس کے امتحانات پاس کیے اور پولیس انسپکٹر بن گیا جبکہ ماہ نور نے گریجویشن کے بعد محلے کے بچوں کو ٹیوشن پڑھانا شروع کیا اور اپنی آدھی تنخواہ بلال احمد کی پڑھائی پر خرچ کیا

کرتی تھی۔بلال احمد نے بھی اپنی بہن کی قربانیوں کو ضائع نہیں ہونے دیا۔

”اماں؟بلال چلا گیا۔۔۔۔؟“چھت سے اترتے ہوئے ماہ نور نے پوچھا۔

”ہاں چلا گیا اور تم اوپر کیا کرنے گئی تھی؟“اس کی ماں نے بلا جھجک پوچھا۔

”اماں آپ نے ہی تو خود بھیجا تھا گرمیوں کے کپڑوں کو اسٹور سے نکالنے کیلئے۔“ماہ نور نے جواب دیا۔

”او ہاں۔۔۔۔۔ میں تو بھول ہی گئی تھی،چل سہی جا کر کھانا لگا۔“اس کی ماں کمرے میں جاتے ہوئے بولی اور وہ اچھا کہہ کر باورچی خانے میں چلی گئی۔

”آج دوپہر میں راشدہ آئی تھی۔“یاد آنے پر اس کی ماں باورچی خانے میں جھانکتے ہوئے بولی۔ماہ نور کا چلتا ہوا ہاتھ یکدم روک گیا۔وہ کسی گہری سوچ میں چلی گئی۔

”سن رہی ہے کہ نہیں۔۔۔۔اس بار

میں بلال سے بات کروگی بس بہت ہوا اور کتنا انتظار اور کس لیے؟" اب وہ باورچی خانے میں آکر پیچھے رکھی کرسی پر بیٹھ گئیں۔

"نہیں اماں تھوڑا روک جاؤ۔۔۔۔اتنی بھی کیا جلدی ہے۔" وہ دھیرے سے بولی۔

"جلدی۔۔۔۔۔۔ تمہارا دماغ تو ٹھیک ہے؟ پینتیس کی ہو گئی ہو اور میں کتنی بار راشدہ کو منع کرو کہ رشتے لے کرنا آنے، آخر وجہ

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کیا ہے شادی نا کرنے کی؟ ہاں بولو کیوں نہیں کرنی شادی؟۔" اپنی بڑتی عمر کا طعنہ سن کر اس کے دل کے سو ٹکڑے ہو گئے۔ ضبط سے اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی۔

"بول؟ اب خاموش کیوں کھڑی ہے؟" خود کو سنبھالتے ہوئے اپنی ماں کی طرف مڑی۔

"اماں۔۔۔۔اسی کوئی بات نہیں بس مجھے بلال کی فکر رہتی ہے، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ

جب بھی میری شادی کی بات ہوتی ہے اس کا چہرہ مرجھا جاتا ہے، میں اس کی بہن ہوں اس کے ہر انداز سے واقف ہوں۔ میرے سے زیادہ میرے بھائی کو کوئی نہیں جانتا۔" اپنی ماں کے قدموں میں بیٹھ کر وہ بولی۔

"آپ جاننا چاہتی ہیں کہ کیوں میں شادی سے انکار کرتی ہوں؟" منتظر نگاہوں سے اپنی ماں کو دیکھا۔ کچھ پل سوچنے کے بعد انہوں نے آہستگی سے سر کو

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

جنبش دی۔

"اماں آپ ہمارے حالت سے بخوبی واقف ہیں، ابا کوئی اثاثے چھوڑ کر نہیں گئے اور آپ نے اپنی جوانی ہمارے نام کر دی وہ ایک وحد سرمایہ جو آپ کے پاس تھا۔ اب جب بلال کامیابی کی منزل پر چڑ رہا ہے تو اس موقعے پر آپ اس پر اتنا بڑا بوجھ کیسے ڈال سکتی ہیں۔ زیادہ سے زیادہ وہ ایک بھاری رقم کسی سے قرض لے لے گا

ہماری عزت کی خاطر اور پھر اسے اتارنے کے لیے اسے اپنی جوانی اور سکون کا سودا کرنا پڑے گا۔۔۔۔۔۔۔“ کچھ لمحے باورچی خانے میں خاموشی چھا گئی۔

”آخر کب تک تم اچھے دنوں کا انتظار کرو گی؟“ اس کی ماں نے پیار کرتے ہوئے پوچھا۔

”اماں مجھے پورا یقین ہے اچھا وقت ضرو آئے گا اور آپ دیکھنا بلال ایک دن بہت بڑا افسر بنے گا اسے وہ ہر چیز ملے گی جس کی

اس نے خواہش کی اور میں۔۔۔۔۔۔“ بات اس کی زبان پر ہی روک گئی۔

”میں اس کی کامیابی کی راہوں میں رکاوٹ نہیں بننا چاہتی۔“

”اور ان سب میں تمہارا کیا؟ گزرا ہوا وقت کیسے لوٹے گا اور لوگوں کو کیا جواب دو گی؟“ اس کی ماں کے لفظوں میں درد تھا۔ اس پر ماہ نور اداسی سا مسکرائی۔

”اماں لوگوں کی پروا کرنے لگی

تو اپنے بھائی کی خوشیاں چھین لو گی۔ اگر مجھے اپنی خوشی اور بلال میں سے کسی کو چننا ہوا تو میں خوشی خوشی اپنی خوشیاں اپنے بھائی پر وار کر پھینک دو گی۔" اپنے آنسوں صاف کرتے ہوئے وہ بولی۔

"تم دونوں بہن بھائی کی محبت کو اللہ بری نظر سے بچائے، وہ بھولا بھی اپنی ساری خوشیاں اپنی بہن پر قربان کرنے کو تیار بیٹھا ہے، سہی پاگل ہو دونوں۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اپنے پلو سے آنسوں صاف کرتے ہوئے وہ مسکرا اٹھی۔

"چلے بس بہت ہوا رونا دھونا، مجھے بھوک لگی ہے آپ کمرے میں جائیں میں کھانا لے کر آتی ہوں۔" اپنی ماں کو کرسی سے اٹھاتے ہوئے پیار سے بولی۔

ان سب گفتگو سے بے خبر بلال احمد اپنی بائیک پر بیٹھ کر رافع بشیر کے بتائے ہوئے ڈھابے

پر پہنچا۔ کلائی پر بندھی گھڑی

میں وقت دیکھا،08:45۔اس نے شکر کا کلمہ پڑھا کیونکہ رافع بشیر وقت کا پابند تھا۔

"ہاں چھوٹے۔۔۔۔بات سن؟"ڈھابے پر کام کرنے والے بچے کو آواز دی۔

"جی صاحب؟"بچہ بھاگتا ہوا اس کے پاس آیا۔

"کھانے میں کیا ہے؟جو تیار ہو اور مزے دار بھی۔"گلاس میں پانی ڈالتے ہوئے پوچھا۔

موسم اچھا تھا اس لیے وہ باہر ہی بیٹھ گیا۔

"صاحب آلو بینگن اور چپاتیاں ایک دم تیار ہیں گرما گرم۔۔۔۔"دانت نکالتے ہوئے وہ

بولا۔اس کی بات سن کر بلال احمد نے برا سا منہ بنایا۔

”پھر آلو بینگن؟ گھر سے بھاگ کر یہاں آیا تھا اس سبزی سے اور یہاں بھی وہی اور کچھ ہے؟“

”جی۔۔۔۔“ وہ اپنی ہنسی چھپاتے ہوئے بولا۔

”کیا؟“

”بیگن کا بھرتا۔“ اب کے اس بچے

ناولز کلب

سے اپنی ہنسی چھپائی نہیں چھپ رہی تھی۔ بلال احمد بھی ہنس دیا۔

”سوری صاحب۔۔۔ آپ بتائیں کیا اسپیشل کھائے گئے دو منٹوں میں تیار کرواتا ہوں۔“

اب وہ ایک ذمہ دار بیرے کی طرح اس سے پوچھ رہا تھا۔

”لوبیا کی کڑاہی اور تندور نان ہو جائے تو مزہ ہی آجائے گا۔“ وہ اسے دوستوں کی طرح ٹریٹ کرنے لگا۔

"دس منٹ میں لاتا ہوں۔" آرڈر لے کر وہ اسی قدموں سے ڈھابے کے اندر چلا گیا۔

آٹھ بج کر پچاس منٹ پر رافع بشیر اپنے اپارٹمنٹ سے نکلا۔ وہ ابھی دروازے کے پاس ہی کھڑا تھا کہ اس کا موبائل بجنے لگا۔ اسکرین جمشید علی خان کے نام سے جھگمکا رہی تھی۔ رافع بشیر کے ماتھے پر بیزاری جھلکی پھر بھی فون اٹھاتے ہوئے بات کرتا کرتا کوریڈور سے باہر کی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

طرف چل پڑا۔

"لگتا ہے آج مجھے دیر ہو گئی؟" بلال احمد کو وہاں بیٹھا دیکھ وہ بولا۔

"اسلام و علیکم سر۔" بلال احمد کھانا چھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔ ڈھابے پر لگی گھڑی پر اس کی نظر پڑی نو بجے کر دس منٹ۔

”ڈی ایس پی جمشید علی خان کا فون آ گیا تھا اس لیے دیر ہو گئی، وہیں کل والی کہانیاں سنا رہے تھے“ وہ بیزار لگ رہا تھا۔

بلال احمد نے ساتھ والی کرسی کھینچی اور بیٹھ گیا۔ ابھی بلال احمد کچھ پوچھنے ہی والا تھا کہ وہی بچہ رافع بشیر کے پاس تیز قدموں سے چلتا آیا۔

”اسلام و علیکم رافع بھائی، آج کیا کھانا پسند کریں گے؟“ اس بچے کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ رافع بشیر کو بہت اچھے طریقے سے جانتا ہے۔

”و علیکم اسلام! آج کی رات دال چاول کے نام۔“ رافع بشیر نے

مسکرا کر ابرو اٹھائی۔ وہ بچہ جانے ہی لگا کہ بلال احمد نے آواز لگائی۔

”چھوٹے؟ دو پلیٹ دال چاولوں کی بھی پیک کر دینا۔“ وہ اچھا کہہ کر اندر چلا گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بلال احمد پیٹ ہے کہ مجسٹریٹ؟" رافع بشیر کی نظریں میز پر تھی جہاں ابھی بھی ایک روٹی اور لوبیا کی کڑاہی اس کی منتظر تھی۔

"سر وہ آپی کو دال چاول پسند

ہیں ان کے لیے ہے، آج گھر پر آلو بینگن بنے ہیں، میری طرح ان کو بھی پسند نہیں لیکن خاموشی سے دو چار نوالے کھا لیں گئیں۔ پتہ نہیں کیوں وہ شکایت نہیں کرتیں؟ خیر میں بھی کیا بولنے لگا سر بسم اللہ کریں۔" کڑاہی اس کی طرف کرتے وہ بولا۔ رافع بشیر نے روٹی کا نوالہ توڑا منہ میں ڈال دیا اور کڑاہی واپس اس کے آگے کر دی۔

"جس طرح تمہیں بیگن پسند ہے

اسی طرح مجھے لوبیا۔۔۔۔"بلال احمد مسکرانے لگا لفظوں کی ہیرا پھیری میں رافع بشیر کا کوئی ثانی نہیں۔ اتنی دیر میں بچے نے دال چاول کی پلیٹ رافع بشیر کے آگے رکھی اور پارسل بلال احمد کے آگے، رافع بشیر نے کھانا شروع کر دیا اور بلال احمد نے سامنے لگے خستہ حال مینو بورڈ سے کھانوں کی قیمت دیکھی اور جیب سے پیسے نکال کر اس بچے کو پکڑا دیے، ان میں

رافع بشیر کی پلیٹ کے بھی پیسے تھے جو چپکے سے بلال احمد نے دے دیے تھے اور سو روپے اس بچے کی ٹپ۔ سو کے نوٹ کو دیکھ کر بچے کے سارے دانت باہر آگئے اور وہ خوشی خوشی وہاں سے چلا گیا۔

"سر جو کام آپ نے کہا تھا وہ سمجھے ہو گیا۔" آخری نوالے سے کڑاہی صاف کرتے ہوئے وہ بولا۔

"اور وہ کیسے؟" پانی کا گھونٹ بھرتے ہوئے پوچھا۔ ڈھابے میں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

لوگوں کی تعداد کم تھی اس لیے وہ کھل کر بات کر سکتے تھے۔

"سر دوپہر کو میں ملزم وقار کے ساتھی نوید صادق کے گھر گیا تھا اس کا دوست بن کر، اس کے بڑے بھائی سے بات ہوئی تو اس نے کہا کہ وہ نہیں جانتے نوید صادق کہا ہے، خیر اس کی شکل بتا رہی تھی کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے پھر میں نے۔۔۔۔" اتنا کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

"سر آپ خفا تو نہیں ہونگے؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

بلال احمد گھبرانے لگا۔ رافع بشیر نے کوئی جواب نہیں دیا بس اسے گھورتا رہا۔ بلال احمد کو پہلی بار اس کی سیاہ آنکھوں میں وحشت نظر آئی۔

"میں نے اس کے بھائی کو بتایا کہ پولیس میں میرا ایک آدمی کام کرتا ہے اس نے خبر دی کہ آج کل ایک پاگل قاتل اسے لوگوں کو مار رہا ہے جو زنا بالجبر کے ملزم تھے جس میں وقار بھی شامل تھا۔ میں نے دوست بن کر اس کے

بھائی کو مشورہ دیا کہ اگر نوید خود کو پولیس کے حوالے کر دے گا تو شاید زندہ بچ جائے ورنہ خفیہ معلومات یہ ملی ہے کہ اس کا اگلا شکار اس کا بھائی ہی ہے۔" اپنی بات ختم کر کے اس نے پانی کا بھرا ہوا گلاس ایک ہی سانس میں گھٹک لیا۔

"تمہاری اس بیوقوفی کا کوئی فائدہ ہوا بھی کہ نہیں؟" رافع بشیر کا انداز بہت سخت تھا۔ بلال احمد کو کچھ پل کے لیے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اپنی حماقت پر غصہ آیا۔ لیکن اگلے ہی پل اس کا موبائل بجنے لگا۔ نمبر دیکھ کر اس نے فورا رافع بشیر کو دیکھا اور کال آٹھا کر موبائل اسپیکر پر ڈال دیا۔

"میں نوید صادق کا بھائی بات کر رہا ہوں۔" بلال احمد نے رافع بشیر کو دیکھا جس کی نظریں موبائل پر مرکوز تھیں۔

”جی بھائی فرمائیں۔“اپنی آواز کو درست کرتے ہوئے وہ بولا۔

”بھائی کیا آپ ہماری مدد کریں

گے ؟“اس کی آواز مدہم تھی جیسے سرگوشی کر رہا ھو۔

”کیسی مدد ؟“بلال احمد کی آنکھیں چمکی جیسے وہ جانتا ہو کہ وہ کیا بولنے والا ہے۔

"پہلے مجھے آپ کی باتوں پر یقین نہیں آیا تو میں وقار کے والد سے ملنے چلا گیا۔وہاں جا کر پتہ چلا کے کسی نے بے رحمی سے اس کے سینے میں چاقو گھونپا تھااور پولیس کو کوئی ثبوت نہیں ملا،اب مجھے اپنے

بھائی کے لیے ڈر لگ رہاہے وہ صرف بیس سال کا ہے میں مانتا ہوں اس سے غلطی ہوئی اور۔۔۔۔۔۔“بلال احمد نے اس کی بات کاٹی

"غلطی نہیں اس نے گناہ کیا ہے۔" رافع بشیر نے اپنی نگاہیں موبائل فون سے ہٹا کر اس پر کر دی۔ بلال احمد کے چہرے پر بے تہاشا کا غصہ تھا۔

"جججی۔۔۔۔۔۔جی گناہ۔ اب مجھے آپ کی مدد چاہیے، نوید

صادق اسی شہر میں ہے اور میں چاہتا ہوں وہ خود کو پولیس کے حوالے کر دے قانونی کاروائی ہو اس طرح وہ قاتل میرے بھائی کی جان بخش دے گا؟" وہ جسے پوچھ رہا ہو۔ اب کے بلال احمد نے قدرے فخریہ انداز سے رافع بشیر کو دیکھا۔

"آپ ایک کام کریں کہ نوید صادق کو بولیں کہ کل تھانے آ کر خود ہی سرینڈر کر دے اس طرح اس کی جان بچ جائے گئی۔" یہ

کہہ کر بلال احمد نے کال کاٹ دی۔

”اندھیرے میں تیر چلایا تھا لیکن سیدھا نشانے پر لگا۔“کچھ پل کی خاموشی کے بعد رافع بشیر بول اٹھا۔

”سر کل تک نوید صادق ہماری کسٹڈی میں ہو گا اور پھر ہم اسے چارے کی طرح استعمال کریں گے۔“بلال احمد کی آنکھیں چمکی اور ایک عجیب سی مسکان ابھری۔

”اب تک سب ہماری سوچ کے مطابق ہو رہا ہے،یہ اچھا سائن ہے۔“اپنی پلیٹ صاف کرتے ہوئے وہ بولا اور آخری چمچ منہ میں ڈالا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

”بل ادا کرنے کا شکریہ بلال احمد!بائیک پر آئے ہو؟“اس نے پوچھا۔

”جی سر آپ نے کہیں جانا ہے؟“

”ہاں مجھے اپارٹمنٹ تک چھوڑ دو اور اپنی فائل بھی لے جانا۔کل کا دن شاندار ہو گا۔“انگڑائی

لیتے ہوئے وہ بولا۔ کوئی دس منٹ بعد وہ دونوں رافع بشیر کے اپارٹمنٹ کے باہر کھڑے تھے۔ دروازہ کھلتے ہی عجیب سی بدبو نے ان کا استقبال کیا۔ جیسے ہی رافع بشیر نے لاونج کی لائٹ کھولی سامنے والا منظر دیکھ کر دونوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی۔ لاونج کے ایک کونے میں راکھ کا ڈھیر تھا۔ آگ جل کر ختم ہو چکی تھی اور اب کاغذ راکھ کی شکل

میں زمین پر حرکت کر رہے تھے۔

”یہ کیا ہوا؟“ رافع بشیر تیز قدموں سے اس راکھ کے ڈھیر کے پاس آیا۔ بلال احمد بھی اس کے پیچھے بھاگا۔

”سر یہ کیا ہے؟“ جواب دینے کے بجائے رافع نے جیب سے اپنی پستول نکالی اور اپنے کمرے کی طرف بھاگا۔ بلال احمد نے بھی جیب سے اپنی پستول نکالی اور رافع بشیر کے پیچھے چل پڑا۔ اپارٹمنٹ میں دو کمرے، ایک

لاونج اور ایک باورچی خانہ تھا۔ رافع نے اپنا کمرہ چیک کیا پھر واش روم پھر باورچی خانہ کوئی نہیں تھا لیکن کوئی آیا ضرور تھا۔

”میرے جانے کے بعد کوئی آیا تھا اس نے بڑی آسانی سے اپارٹمنٹ کھولا اور۔۔۔۔۔۔۔۔“ کہتے کہتے وہ میز کی طرف گیا اور پھر راکھ کی طرف۔

”سر یہ کمرہ بھی چیک کرلے۔“ لاونج کے آخر میں ایک بند کمرے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بلال احمد بولا۔

”نہیں! میرا مطلب ہے وہ اسٹور روم ہے انسان کیا پاؤں تک رکھنے کی جگہ نہیں اس لیے رہنے دو۔“ لاپرواہی سے کہا۔

”میں تو یہ حیران ہوں کہ ایک ایس ایچ او کے فلیٹ میں چوری چھپے آنے والا ہے کون؟“ رافع بشیر پریشان لگ رہا تھا۔

"سر اس نے جلایا کیا؟" بلال احمد سیدھا مدعے پر آیا۔

"صرف ہماری فائلز، اس کی اتنی ہمت! کون ہو سکتا ہے جو یہ جانتا تھا کہ ان فائلز میں کیا ہے"

رافع بشیر سوچ میں پڑ گیا۔ بلال احمد چلتا چلتا اپارٹمنٹ سے باہر کوریڈور تک آگیا۔

"سر؟" بلال احمد نے اپارٹمنٹ میں جھانک کر آواز دی۔

"ہاں کیا ہوا؟" رافع بشیر بھی باہر آگیا۔

"یہ سی سی ٹی وی کیمرہ! کام کرتا ہے؟" بلال احمد کوریڈور میں

ناولز کلب
Club Quality Content

لگے کیمرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔ ایک سیکنڈ ضائع کیے بغیر رافع بشیر نے

بلڈنگ کے واچ مین کو اوپر بلایا۔ بلال احمد واپس اپارٹمنٹ کے اندر آگیا۔ پہلی دفعہ اس

کے اپارٹمنٹ میں آیا تھا۔ اپارٹمنٹ چھوٹا مگر صاف تھا، ہر چیز اپنی جگہ پر سلیقے سے سجی ہوئی تھی۔

"جی صاحب؟" باہر سے واچ مین کی آواز آئی۔ جواب دینے کے بجائے رافع بشیر نے اس کا کالر

پکڑا اور لگ بھگ گھسیٹتا ہوا اپارٹمنٹ کے اندر لے آیا۔

"یہ راکھ دیکھ رہے ہو؟" رافع بشیر کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔

"کیا ہوا صاحب؟" واچ مین کے اوسان خطا ہو گئے۔

"آدھے گھنٹے پہلے تم کہا تھے؟" رافع بشیر نے کالر چھوڑتے ہوئے پوچھا۔ بلال احمد کی نگاہیں ابھی بھی راکھ کے ڈھیر پر مرکوز تھیں۔

"صاحب میں تو اپنی جگہ پر ہی بیٹھا ہوا تھا نا کوئی آیا نا گیا اور۔۔۔۔۔" رافع بشیر نے اس کی بات کاٹی۔

"اچھا پھر میری غیر موجودگی میں کوئی کیسے میرے فلیٹ میں آ گیا اور اپنا مقصد پورا کر کے چلا بھی گیا۔۔۔۔۔" رافع بشیر اس پر چلایا۔

"پھر تو ہمیں پولیس کو اطلاع کرنی چاہیے روکے میں کال۔۔۔۔۔" وہ دونوں واچ مین کو حیرت

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سے دیکھنے لگے، وہ جو موبائل نکالا کر کال ملانے والا تھا ایک دم روک گیا پھر کچھ یاد آنے پر اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"بلڈنگ میں لگے کیمرے کام کرتے ہیں یا وہ بھی تمہاری وضاحتوں کی طرح ناکارہ ہیں؟" بلال احمد اس کے سامنے کھڑا ہوا۔

"داخلی دروازے کا کیمرہ خراب ہے لیکن کوریڈور والے صحیح ہیں۔" اب جھوٹ کی گنجائش نہیں تھی۔

"سر ہمیں رکاڈیگ چیک کرنی چاہیے۔" بلال احمد اس کی طرف مڑا۔ کچھ پل سوچنے کے بعد اس نے واچ مین کو ریکارڈنگ روم چلنے کا حکم دیا۔ کوئی پانچ منٹ بعد وہ تینوں کمپیوٹر کے سامنے موجود تھے۔

اسکرین کے اوپر 8:50 کا وقت دیکھائی دے رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

رافع بشیر اپنے اپارٹمنٹ سے نکل رہا تھا، ابھی دروازے کے پاس ہی کھڑا تھا کہ اس کا فون بجا،

رافع بشیر بات کرتا کرتا کاریڈور سے نکل گیا۔ پانچ منٹ بعد اسکرین پر کوئی نمودار ہوا۔ دور سے ایک شخص سیاہ کوٹ اور کاوبوائے ٹوپی پہنے آتا دکھائی دیا۔ جیسے ہی وہ اپارٹمنٹ کے قریب پہنچا، انہوں نے دیکھا کہ اس نے اپنا چہرہ ماسک سے ڈھانپ رکھا تھا۔ وہ نہایت آرام سے اپارٹمنٹ کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

رافع بشیر اور بلال احمد گہری

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

نگاہوں سے اسکرین کو دیکھ رہے تھے، جیسے ان کی سانسیں بھی تھم گئی ہوں۔

پانچ منٹ بعد وہ شخص باہر نکلا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لال رنگ کی فائل تھی، وہ دونوں اس فائل کو پہچان چکے تھے۔ دروازہ بند کرنے کے بعد، وہ کیمرے کی طرف بڑھا، اپنے ہاتھ سے "10" کا اشارہ کیا، اور فائل کو کیمرے کے قریب کیا پھر اطمینان سے وکٹری کا نشان

بناتے ہوئے جیب سے ایک پتھر نکالا اور زور سے کیمرے کو دے مارا، اسکرین بلیک ہو گئی۔ ابھی بلال احمد کچھ کہنے ہی والا تھا کہ رافع بشیر بول اٹھا،

"اوپر چل کر بات کرتے ہیں اور تم۔۔۔۔" واچ مین کی طرف موڑا،

"تم سے تو میں بعد میں نمٹوں گا۔۔۔" ایک گہری اور خوفناک نظر اس پر ڈال کر وہ وہاں سے چلا گیا۔ بلال احمد نے اس ریکارڈنگ کو اپنے موبائل فون پر

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ٹرانسفر کیا اور اپارٹمنٹ کی طرف چل پڑا۔ واچ مین کو اپنی نوکری اور شاید زندگی بھی خطرے میں نظر آنے لگی۔

"سر وہ کون ہو سکتا ہے؟" اپارٹمنٹ کا دروازہ بند کرتے ہوئے بلال احمد بولا۔ رافع بشیر لاونج کے صوفہ پر بیٹھا کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

"وقت کیا ہو رہا ہے؟" جواب دینے کے بجائے اس نے پوچھا۔

"ساڑھے دس۔" کلائی میں بندھی

گھڑی میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"ہممممم۔۔۔۔ مجھے ملال ہے کہ میں تمہاری محنت کو ضائع ہونے سے بچا نا سکا۔" رافع بشیر راکھ کے ڈھیر کو دیکھتے ہوئے بولا۔ اس کی بات پر بلال احمد مسکرایا۔

"سر محنت کبھی ضائع نہیں ہوتی۔" اس کی مسکراہٹ پر رافع بشیر کچھ الجھ گیا۔

"مطلب؟" وہ پوچھے بنا رہ نا سکا۔

"کچھ عادتیں انسان چاہ کر بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ اسکول کے زمانے میں، میں اپنی اسائنمنٹ اور کالج میں اہم دستاویزات کی فوٹو کاپی کرواتا تھا، اور یہی عادت آج بھی میرے ساتھ ہے۔

Clubb of Quality Content

اسی لیے اگر کیس فائل کے اصل کاغذات ضائع بھی ہو گئے تو کوئی مسئلہ نہیں، کیونکہ کاپی محفوظ ہے اور ایسے اہم کاغذات کی دو دو کاپیاں بنائی ہوئیں ہیں۔"بلال احمد نے

معصومیت سے کہا۔ کچھ پل کمرے میں خاموشی چھا گئی پھر رافع بشیر بولا

"بس تبھی تم میرے فیورٹ ہو، چائے پیو گے؟"صوفے سے اٹھ کر باورچی خانے کی طرف جاتے ہوئے اس نے پوچھا۔

"بہت شکریہ سر آج نہیں کیونکہ آپی انتظار کر رہی ہو نگی اس لیے میں اب چلتا ہوں۔"وہ جانے لگا کہ کچھ یاد آنے پر وہ بولا۔

"سر یہ راز ھای حللل نشان۔۔۔۔"

وہ رافع بشیر کی فائل پر لکھے لفظ کو یاد کرتے ہوئے دہرانے کی کوشش کر رہا تھا۔

”رازھای حل نشُدہ۔۔۔۔۔۔“پتیلی میں دودھ انڈیلتے ہوئے رافع بشیر نے صاف اور واضح لہجے میں وہ لفظ دہرائے۔

”جی وہی۔۔۔۔ سر کیا یہ پشتو زبان ہے؟“بلال احمد سے رہا نا گیا۔

”نہیں۔۔۔۔فارسی۔“مختصر جواب ملا۔

”اور اس کا مطلب؟“باہری دروازے کا ہینڈل پکڑے وہ ایک بار پھر بولا۔جواب دینے کے بجائے رافع بشیر باورچی خانے سے نکلا۔بلال احمد اس کو منتظر نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

”جو چیز کھو گئی اس کو جان کر کیا کرو گے؟کل ٹھیک نو بجے کیس فائل کے ساتھ میری آنکھوں کے سامنے تم موجود ہو،ایک منٹ بھی دیر ہوئی فیورٹ والی فہرست سے خارج کر دیے

جاؤ گے، اب تم جا سکتے ہو۔ دعا ہے کل کا سورج ہمارے حق میں طلوع ہو۔" بلال احمد مسکراتا ہوا اس کے اپارٹمنٹ سے جانے لگا کہ صبح والی بات یاد آنے پر پھر مڑا۔

"سر ایک ضروری بات تو بتانا ہی بھول گیا، آج صبح جب میں وقار کے گھر جا رہا تھا تو کچھ عجیب منظر دیکھا۔ مالی مشتاق یوسفی اور وہ چھوٹو نہیں ہیں جو ہمارے تھانے میں چائے کھانے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کا آرڈر لیتا ہے، .بہت ہی رازداری میں کوئی بات ڈسکس کر رہے تھے۔ فاصلہ کافی تھا اس لیے میں ان کی بات سن نہیں سکا لیکن ان کے چہروں پر پریشانی واضح تھی۔ سر میں سوچ رہا تھا کہ چھوٹو کا مشتاق سے کیا تعلق ہو سکتا ہے کیونکہ چھوٹو کو میں جانتا ہوں، تھانے کے قریب بستی میں اپنی ماں اور بہن کے ساتھ رہتا ہے۔ کہی چھوٹو اس کیس کی خبریں

مشتاق یوسفی کو تو نہیں پہنچا رہا۔۔۔۔۔؟ لیکن چھوٹو ایسا کیوں کرے گا؟" بلال احمد اپنے ہی نتائج پر الجھ گیا۔ رافع بشیر کی مگ پر گرفت مضبوط ہوئی۔

"آج صبح آیا تھا چائے لے کر اور فائلز کو بڑے غور سے دیکھ بھی رہا تھا اور سوال بھی پوچھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ کوئی تو کھچڑی پک رہی ہے۔" اپنے بالوں پر ہاتھ پھیرتا ہوا وہ جیسے یاد کرتا بولا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اچھا سنو؟ مشتاق یوسفی کے بارے میں جو بھی معلومات تم نے لکھی تھی وہ مجھے ابھی گھر پہنچ کر میسج کرو۔" بلال احمد نے اثبات میں سر ہلایا اور اپارٹمنٹ سے باہر نکل گیا۔

رافع بشیر نے اپنی چائے ختم کی اور وقت دیکھا۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ تقریباً چالیس منٹ بعد بلال احمد نے اس کو ساری تفصیلات بھیج دیں۔ کچھ سوچ کر اس نے اپنا بٹوا، پستول اور

گاڑی کی چابی اٹھائی اور اپارٹمنٹ سے نکل گیا۔ باورچی خانے کے روشن دان سے ایک تیز ہوا کا جھونکا آیا اور وہ راکھ بارش کی بوندوں کی طرح پورے لاونج میں پھیل گئی۔

"آپ لوگ یہاں؟ کس سے ملنا ہے؟" دن کی شروعات میں پولیس کی وردی میں ملبوس دو آفیسرز کو دیکھ کر شہاب سہم

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

گیا۔

"مشتاق یوسفی گھر پر ہے کیا؟" رافع بشیر کے ہمراہ کھڑا ابلال احمد بولا۔

"جی۔۔۔۔ آپ دونوں اندر آجائیے میں۔۔۔۔۔۔" ابھی اس نے جملہ مکمل نہیں کیا تھا کہ رافع بشیر نے اسے ہاتھ سے دروازے سے پرے ہٹا دیا اور دندناتا ہوا صحن میں نارنجی کے درخت کے نیچے رکھی چارپائی پر جا بیٹھا۔

”دروازے پر کون تھا شہاب؟“

باورچی خانے سے نکلتے ہوئے وہ بولا لیکن اگلے ہی پل جواب اس کے سامنے تھا۔ بہت سے خدشات نے اس کے ذہن کو کچھ لمحوں کے لیے مفلوج کر دیا۔

”ہیلو مشتاق یوسفی“اس نے منافقانہ مسکراہٹ کے ساتھ مشتاق یوسفی کا استقبال کیا۔

”سلام صاحب، آپ اتنی صبح ہمارے غریب خانے میں؟“خود کو سنبھال کر وہ صحن تک آیا اور وہاں موجود دوسری چارپائی

پر بیٹھ گیا۔ رافع بشیر کی شاندار اور روبدار شخصیت شہاب کے چہرے کی ہوائیاں اڑانے میں کامیاب ہو چکی تھی۔

Clubb of Quality Content

"آنتوریوم ہی کیوں؟"رافع بشیر کے سوال پر جہاں بلال احمد اور شہاب کی چہروں پر حیرانی ابھری وہی مشتاق یوسفی کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ۔

”کیونکہ وہ جتنے خوبصورت ہوتے ہیں اتنے زہریلے بھی یہ امتیاز بے مثال ہے۔“مختصر

جواب ملا۔

”اور آنتوریوم کیوں نہیں؟" صحن کے بائیں جانب اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔ کیاری رنگ برنگی پھولوں سے دمک رہی تھی، مئی کی دلکش صبح کی نرم ہوا پھولوں کو چھوتی ہوئی چاروں طرف خوشبو بکھیر رہی تھی۔ اسکے سوال پر مشتاق یوسفی مسکرا اٹھا۔

”صاحب اس پھول کی قیمت میرے جیسے غریب آدمی کے لیے

ناقابل برداشت ہے۔“سادگی سے بھرپور جواب ملا۔

”ھممم۔۔۔۔۔۔ایک کہانی سنو گے؟“چارپائی سے اٹھ کر وہ کیاری کے پاس گیا اور پھولوں کو انگلیوں کے پوروں سے چھوتا ہوا ان کی تازگی کو محسوس کیا،کچھ لمحوں کے لئے اس نے اپنی آنکھیں بند کر دی۔

”کہانی؟ کیسی کہانی۔۔۔؟“شہاب بے ساختہ پوچھ اٹھا۔رافع بشیر نے آنکھیں کھولی، اسکی

سیاہ آنکھوں میں چمک تھی۔سب منتظر اس کی پشت کو دیکھ رہے تھے۔کچھ دیر خاموش کے بعد وہ بولا۔

”ایک بستی میں تین پکے دوست رہا کرتے تھے،تینوں کی پیدائش کا دن اور علاقہ بھی ایک ہی تھا۔“کچھ پل کے لیے وہ رکا اور پلٹ کر بغور مشتاق یوسفی اور شہاب کو دیکھنے لگا۔

”بچپن ساتھ گزرا اور جوانی کی دہلیز پہ بھی ایک ساتھ قدم

رکھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان کی دوستی بھی گہری ہوتی گئی۔ ساری بستی ان کی دوستی کے قصیدے پڑتیں۔ اب میں اس کو نظر کہوں یا شیطان کا جال لیکن ان تینوں میں کسی بات پر پھوٹ پڑ گئی۔ دو ایک طرف ہو گئے اور ایک کو اکیلا چھوڑ دیا۔ غصے اور بدلے کی آگ میں اس نے وہ کیا، جس کو دیکھ کر آسمان بھی کانپ اٹھا۔ ایک معمولی سی بات کا بدلہ اس نے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

ایک دوست کی عزت پر ہاتھ ڈال کر لیا۔" صحن میں ایک بار پھر خاموشی چھا گئی۔ بلال احمد توہکا بکا اس بے مقصد کہانی کو سن رہا تھا لیکن مشتاق یوسفی اور شہاب دونوں کا چہرہ سفید پڑ گئے، رافع بشیر نے کہانی جاری کی۔

"وہ کہتے ہیں ناں ظلم کی رات کتنی ہی لمبی ہو، آخر ختم ہو جاتی ہے، جب وہ دوسری بار وہی سب کرنے کے ارادے سے گیا

تو وہ اس کی زندگی کی آخری غلطی ثابت ہوئی کیونکہ اس کے بعد وہ زندہ ہی نہیں رہا۔ دونوں دوستوں نے اسے عبرت ناک طریقہ سے اس دنیا فانی سے آزاد کر دیا۔ ہوش آنے پر دونوں نے اس بد بخت کی لاش کو کھیتوں کے پار اس لمبے اونچے درخت سے لٹکا دیا۔ اس طرح وہ قتل دنیا والوں کے سامنے خودکشی بن گیا۔ جنازے کے دوسرے دن وہ دونوں شہر آگے،

ایک نے تو خود کو نارمل کر لیا لیکن دوسرا، جس کی عزت پر ہاتھ ڈالا گیا تھا ٹراما میں چلا گیا۔ عزت زلت، دوست کی بے وفائی ظلم قتل کا بوجھ، ان سب نے اسے نفسیاتی بنا دیا اور وہ سدھرنے کے بجائے انتقام کے راستے پر چل پڑا، قانون کا مذاق اڑانے لگا۔" واپس چارپائی پر بیٹھ کر پوچھا۔

"تو کیسی لگی کہانی؟ مجھے کچھ خاص نہیں پوچھو کیوں؟"

شہاب کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیوں۔۔۔۔۔" وہ بمشکل بول پایا۔ خوف سے اس کا حلق خشک ہو گیا۔ مشتاق یوسفی کے حسین چہرے پر بلال احمد کو پہلے بار وحشت نظر آئی۔

"کیونکہ اس کہانی کا کوئی اینڈ نہیں لیکن۔۔۔" وہ ان کے چہرے کے بدلتے رنگوں کو خوب انجوائے کر رہا تھا۔ اس نے اپنی بات جاری رکھی۔

"میں نے اس کہانی کا اینڈ سوچا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ہے، سنناچاہوں گے؟" اپنے مخصوص انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا لیکن وہ دونوں جیسے پتھر کے مجسمے بن چکے تھے، ساکت اور بے جان۔ جواب نا آنے کی صورت میں اس نے اپنا سوال قدرے غصے سے دوہرایا۔ مشتاق یوسفی نے آنکھ اٹھا کر رافع بشیر کو دیکھا اور اثبات میں سر ہلایا۔

"گڈ۔۔۔۔ تو میں کیا کہہ رہا تھا؟ ہاں وہ ایک انتقام کے راستے کا

مسافر بن گیا اور دوسرا اس کی اصلاح کے بجائے ساتھ دینے لگا، لیکن کہتے ہے نا کہ سچ ایک ایسا بیج ہے جسے زمین کی کتنی ہی گہرائیوں میں دفن کر دو، وہ کسی نہ کسی طرح اپنا راستہ بنا کر باہر آ ہی جاتا ہے، چاہے اسے کتنی ہی مٹی تلے دبا دیا جائے اس کی روشنی اور سچائی کا اظہار وقت کے ساتھ ضرور ہوتا ہے، کیونکہ سچ کو چھپانا ممکن نہیں، یہ ہمیشہ اپنے وجود کا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

ثبوت دے دیتا ہے۔ سو ان کا سچ بھی سامنے آ گیا اور دونوں دوستوں کو قانون نے سزا دی، اسی قانون نے جس کا وہ مذاق بنایا کرتے تھے۔" ایک بار پھر صحن میں خاموشی چھا گئی۔ بلال احمد منتشر نگاہوں سے کبھی ان دونوں کو دیکھتا جن کی اندر کی سانس اندر اور باہر کی سانس باہر رہ گئی اور کبھی رافع بشیر کو جو ان کی اس حالت سے خوب لطف اندوز ہو

رہا تھا۔

”صاحب۔۔۔۔ آپ ہمیں یہ کہانی کیوں سنا رہے ہیں؟“خود کو نارمل کرتے ہوئے مشتاق یوسفی بولا لیکن اس کی آواز میں لرزش تھی۔

”نرگس تمہاری غیر موجودگی کو محسوس کرتی ہے۔“اپنی بہن کا نام سنتے ہی اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور شہاب کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

”نرگس۔۔۔۔“مشتاق یوسفی کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔رافع بشیر کچھ سوچنے لگا وقت اسے چند گھنٹے پیچھے لے گیا،جہاں سے ان بھیدوں اور رازوں کا دروازہ کھلا۔

(دس گھنٹے پہلے)

رافع بشیر اپنے اپارٹمنٹ سے نکلا۔ وہ لگاتار اپنے موبائل فون پر کچھ ٹائپ کرتا گاڑی تک پہنچا اور واچ مین کو آواز

لگائی۔

”جی صاحب؟“ وہ جو پہلے ہی سے ڈرا ہوا تھا رافع بشیر کو اس وقت دیکھ کر اسکا پورا بدن کپکپانے لگا۔

”میں ضروری کام سے شہر سے باہر جا رہا ہوں، اگر اپنی نوکری اور زندگی پیاری ہے تو اس بار مجھے شکایت کا موقع نہیں ملنا چاہیے۔“ قدرے سخت لہجے میں حکم سنایا اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔ واچ مین جس کی نیند پہلے

ہی اُڑی ہوئی تھی اب تو وہ بے چینی میں سر گرداں تھا۔

گاڑی اسٹارٹ کرتے اپنی منزل کی طرف نکل پڑا کوئی چار گھنٹوں کی ڈرائیو کے بعد آخر کار وہ گجرات کے گاؤں بزرگوال پہنچ گیا۔ چاروں طرف فجر کی اذانیں گونج رہی تھیں۔ رات کا اندھیرا ابھی باقی تھا لیکن گاؤں کے ہر گھر میں دن کا آغاز ہو چکا تھا۔ رافع بشیر اپنی گاڑی سے اترا، تازہ ہوا اور مکئی

کی روٹی کی بھینی بھینی خوشبو نے اسکا استقبال کیا۔ اس نے آنکھیں بند کر دی اور اس خالص ماحول جو شہروں میں کبھی نہیں ملتا اپنے اندر اتارنے لگا۔ پھر وہ اپنی منزل کی جانب بڑھ گیا۔

"السلام علیکم کیا آپ بتانا پسند فرمائیں گے کہ مشتاق یوسفی کا گھر کس طرف ہے؟" مسجد سے نکلتے ایک نمازی سے پوچھا۔ اس نے سر سے پاؤں تک رافع بشیر

کو غور سے دیکھا۔ کالی جینز کے اوپر سفید ٹی شرٹ پہن رکھی تھی، جس میں سادگی اور راحت کا خوبصورت امتزاج تھا۔ اس کا انداز کافی پر کشش تھا کہ اس آدمی کی نظریں خود بخود اس پر مرکوز ہو گئیں۔

”وعلیکم بیٹا پہلے کبھی آپ کو یہاں دیکھا نہیں، آپ کی تعریف؟“ گاؤں میں رہنے کے باوجود رافع بشیر کو اس انسان کی زبان کافی صاف لگی۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

”میں مشتاق یوسفی کا دوست ہوں، شہر سے آیا ہوں۔“ مختصر لفظوں میں اپنا جھوٹا تعارف کروایا۔

”او اچھا مشتاق کے دوست ہو، کیسا ہے وہ؟ غائب ہی ہو گیا۔ ساتھ نہیں آیا تمہارے؟“ اب وہ دونوں آہستہ آہستہ چلنے لگے۔

”جی الحمد للہ وہ بالکل ٹھیک ہے۔ شہر کی زندگی آسان نہیں ہوتی وہ بھی کافی محنت کر رہا ہے۔ دراصل وہ آنا چاہ رہا تھا

لیکن اس کو چھٹی نہیں ملی۔ گھر والوں کے لیے پریشان رہتا ہے اس لیے میں بنا بتائے یہاں چلے آیا کہ اس کے گھر والوں کی خیریت دریافت کر لو۔" جتنی صفائی سے اس نے جھوٹ بولا اتنی ہی آسانی سے وہ شخص مان بھی گیا۔

"میں اس گاؤں کے اسکول کا ہیڈ ماسٹر ہوں، مشتاق میرے سامنے بڑا ہوا، ماشاءاللہ سے بہت محنتی اور لائق بچہ ہے۔ میں نے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

ہی اس کو شہر جا کر آگے پڑھنے کا مشورہ دیا کیونکہ اس گاؤں میں ایف اے سے آگے پڑھائی نہیں اور پانی کا بھی بہت مسئلہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اس شخص نے نہ چپ ہونے کی جیسے قسم کھائی ہوئی تھی رافع بشیر کے صبر کا پیمانہ لبریز ہونے لگا کہ بالآخر وہ مشتاق یوسفی کے گھر تک پہنچ گئے۔

"لو بیٹا ہم پہنچ گئے پتہ ہی نہیں چلا۔۔۔ چلو اب میں چلتا ہوں اللہ

حافظ۔" یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔

"مجھ سے پوچھوں یہ چند منٹ کیسے گزرے۔" اس شخص کو دور جاتا دیکھ وہ بڑبڑایا۔ روشنی ہر سو پھیلنے لگی۔ دستک دینے سے پہلے رافع بشیر نے ارد گرد کا جائزہ لیا۔ مشتاق یوسفی کے گھر کے بالکل سامنے سرسوں کا کھیت تھا اور کھیت کے اس پار ایک گھنا پرانا درخت تھا۔ اس کی ظاہری حالت سے لگ رہا تھا کہ جیسے وہ ڈھیروں

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

رازوں کا گواہ ہو، ایک اسا قدیم درخت جس کی شاخوں میں صدیوں کے قصے اور ہوا کے سرگوشیاں چھپی ہوں۔ صبح کا وہ منظر واقعی شاندار تھا کہ کسی کو بھی اپنے وش میں کر لے۔

رافع بشیر نے خود کو اس منظر سے آزاد کیا اور دروازے پر دستک دی۔

"کون۔۔۔؟" اندر سے آواز آئی۔

”جی میں مشتاق کا دوست، شہر سے آیا ہوں۔“مشتاق یوسفی کا

نام سنتے ہی وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا۔ دروازہ کھلتے ساتھ ہی رافع بشیر نے ایک سولہ سالہ نوجوان کو اپنے سامنے پیا۔ اس کے نین نقش بالکل مشتاق یوسفی جیسے تھے۔

”آپ بھائی کے دوست ہو؟ بھائی کہاں ہے؟ وہ ساتھ نہیں آیا؟ وہ ٹھیک تو ہے ناں؟“ ایک سانس میں اس نے تین چار سوال پوچھ ڈالے۔

”اس وقت کون ہے سردار؟“

پیچھے سے شاید اس کی ماں نے آواز لگائی۔

”اماں بھائی کا کوئی دوست آیا ہے شہر سے۔“اپنی ماں کو عجلت میں جواب دے کر وہ دوبارہ رافع بشیر کو منتظر نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

”کیسے ہو سردار؟ مشتاق بالکل ٹھیک ہے۔“ اس وقت تک اس کی ماں بھی صحن میں آ گئی تھی۔

”تو وہ آیا کیوں نہیں؟“ ایک اور سوال پر رافع بشیر کے چہرے پر

بیزاری جھلکی۔

”سردار اس کو اندر تو آنے دے۔“ مشتاق یوسفی کی ماں نے عقب سے آواز لگائی۔ سردار نے مسکرا کر اس کے لیے راستہ چھوڑا۔ رافع بشیر نے ایک گہری سانس لی اور گھر کے اندر داخل ہوا۔ مشتاق یوسفی کا گھر سادگی اور دیہاتی طرز زندگی کا عکس تھا۔ گھر کے درمیان میں ایک کشادہ صحن جو پورے گھر کو روشن اور ہوادار بناتا تھا۔ اس

کے ارد گرد مٹی اور پتھروں سے بنے کمرے، جن کی چھت کھپریل کی تھی۔ صحن کے ایک کونے میں باورچی خانہ تھا، جہاں لکڑی کے چولہے پر ناشتہ تیار ہو رہا تھا اور دوسری طرف جانوروں کے لیے ایک چھوٹا سا باڑہ تھا۔ پانی کے لیے گھر کے اندر ایک قدیمی کنواں اور ایک چھوٹا سا باغ تھا، جہاں آم اور نیم کے درخت لگے ہوئے تھے۔ یہ گھر گاؤں کی سادگی اور قدرتی

حسن کو بہترین انداز میں ظاہر کرتا تھا۔ رافع بشیر کو وہ گھر سادہ لیکن پرسکون لگا۔ سردار نے اسے صحن میں رکھی چارپائی پر بیٹھنے کا کہا۔

"بیٹا میں نے آپ کو پہچانا نہیں؟" مشتاق یوسفی کی ماں بولی۔ سردار اسے ابھی بھی مشکوک نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"اماں میں۔۔۔۔ رافع ہوں، شہاب کے محلے میں رہتا ہوں۔ مشتاق اور شہاب سے کافی اچھی

دوستی ہے۔" اپنے نام کے علاوہ باقی سب جھوٹ بولتے ہوئے وہ ذرا بھی نہیں گھبرایا۔

"بھائی کیوں نہیں آیا؟" سردار اپنے سوال پر اڑا رہا۔ غصے کو ضبط کرتا رافع بشیر بمشکل مسکرایا۔

"اس کو کام سے چھٹی نہیں مل رہی تھی، آپ سب کے لیے کافی پریشان اور فکر مند تھا اس لیے میں آگیا آپ لوگوں کی خیریت دریافت کرنے اور مزے کی بات

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

یہ ہے مشتاق نہیں جانتا میں یہاں ہوں۔" گاؤں کی سادی سی ماں آسانی سے اس کی باتوں میں آگئی۔ اب وہ شہر کی باتیں کرنے لگا، وہاں کی زندگی اسکی اور مشتاق یوسفی کی دوستی کے جھوٹے قصے سناتا رہا۔

”ناشتہ کرو گے؟ پتہ نہیں کیوں لیکن تمہیں دیکھ کر لگا کہ جیسے مشتاق واپس آگیا ہو۔“اس کی ماں کی آنکھیں بھر آئی۔

”وہ بھی بہت جلد واپس آجائے

گااور ماں کے ہاتھوں کے بنے ناشتے سے کون انکار کرتا ہے بھئی۔“مشتاق کی ماں مسکرائیں اور اپنے دوپٹے کے پلو سے آنسوں صاف کیے۔ سردار بھی مسکرااٹھااور بلاشبہ اسکی مسکراہٹ مشتاق یوسفی کی سی تھی۔تینوں نے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کیا۔ابھی وہ خوشگپیوں میں مصروف تھے کہ رافع بشیر کو کمرے سے ایک بچی کی آواز ائی۔

”اماں؟ بھوک لگی ہے ناشتہ بنادو۔“وہ گیارہ سالہ بچی جو شاید ابھی ابھی سو کر اٹھی تھی۔اسکی رنگت دودھ سے بھی زیادہ شفاف تھی،گھنے سیاہ بال بکھرے ہوئے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اورہاں اماں! آج دیسی گھی کا حلوہ کھانے کا دل کر رہا ہے بنا دو گئی؟"رافع بشیر کی موجودگی سے بے خبر اٹھتے ساتھ ہی فرمائش کر ڈالی۔

"پہلے منہ ہاتھ تو دھولے

گڑیا۔۔۔"رافع بشیر کے ہمراہ بیٹھے سردار نے پیار سے کہا۔ جواب دینے کے لیے جیسے ہی اس نے سردار کو دیکھا تو اس کی نظر رافع بشیر پر پڑی۔

"ہیلو گڑیا کیسی ہو؟"رافع بشیر نے اپنایت سے بھرپور لہجے میں شروعات کی۔ جواب دینے کے بجائے وہ رافع بشیر کو سکتے کے عالم میں دیکھتی رہی۔ پھر اس کے ماتھے پر پسینہ چمکنے لگا اور پورا وجود کانپنے لگا۔

"اماں۔۔۔۔۔۔۔"وہ زور سے چلائی۔

"اماں۔۔۔۔۔اماں کامی بھائی اماں کامی بھائی۔"وہ زور زور سے رونے لگی۔ سردار اور اسکی ماں بھاگتے ہوئے اس کے پاس پہنچے۔رافع بشیر ہکا بکا اس منظر کو دیکھ رہا تھا۔وہ بچی اپنی ماں سے لپٹ کر رو رہی تھی۔

"اماں۔۔۔کامی بھائی سے بچاؤ۔۔۔۔۔وہ بہت گندے ہیں۔۔۔۔۔اماں بھائی کہا ہے؟بھائی۔۔۔۔۔۔۔بھائی مجھے بچاؤ۔۔۔۔۔اماں؟

ناول کلب
Clubb of Quality Content!

سردار؟اب تو بھائی بھی نہیں ہے مجھے کون بچائے گا اماں۔۔۔۔۔"اس کی ماں اور سردار مشکل سے اسے کمرے میں لے گئے۔ صحن میں سناٹا چھا گیا جیسے طوفان کے بعد خاموشی چھا جاتی ہے۔ تقریبا دس منٹ بعد سردار اور اس کی ماں کمرے سے باہر آئے۔ان کے چہروں پر تکلیف واضح تھی۔رافع بشیر کے ذہن نے تیزی سے اس سارے معاملے کا نتیجہ نکالا اور ہوا میں تیر

چلانے کا فیصلہ کیا۔

”اماں؟ گڑیا ابھی تک نارمل نہیں ہو پائی؟“ اسے اپنی ہیپو تھیسس پر پورا یقین تھا۔

مشتاق یوسفی کی ماں نے اپنا جھکا ہوا سر اٹھایا، اسکی آنکھوں میں بلا کی حیرت تھی۔

”آپ کو کیسے پتہ چلا۔۔۔۔۔۔؟“ سردار کے سوال پر وہ دل ہی دل میں جھوم اٹھا۔ اس کا تیر نشانے پر لگا تھا۔

”مشتاق۔۔۔۔“ ایک اور تیر چلایا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

”کامی بد بخت نے میری بیٹی کے ساتھ بہت بڑا ظلم کیا، اس کی زندگی تباہ کر دی۔ مشتاق کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ کامی کی اصلاح کرنا چاہتا تھا۔ کامی نے برے لوگوں میں اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیا تھا، اور مشتاق اور شہاب نے اسے روکنے کی بہت کوشش کی، مگر وہ ناکام رہے۔ تنگ آ کر مشتاق نے کامی کے ماں باپ کو ساری بات بتا دی، جس کے بعد ان کے درمیان اختلافات

پیدا ہو گئے۔ لیکن کامی نے مشتاق سے بدلہ لینے کے لیے میری بیٹی کی عزت کو نیلام کر دیا۔۔۔۔ وہ صرف گیارہ سال کی ہے، کامی کو اس پر ذرا بھی ترس نا آیا، اس رات بھی وہ دوبارہ اسی ناپاک ارادے سے یہاں آیا تھا لیکن در شکر ہم وقت پر پہنچ گئے۔ اس واقعے کو چھ ماہ سے زیادہ کا وقت ہو گیا ہے لیکن نرگس آج بھی کسی انجان انسان کو دیکھ کر ڈر جاتی ہے،

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس نامراد نے میری بیٹی کے ذہن کو مفلوج کر دیا ہے" اس کی ماں رو رو کر اپنے اوپر ہوئے ظلم کی داستان رافع بشیر کو سنا رہی تھی۔ رافع بشیر ابھی بھی مطمئن نہیں ہوا۔ کڑیاں جوڑ رہیں تھیں لیکن ابھی بھی ایک اہم کڑی تلاش کرنی تھی۔ اس نے گڑیا کی باتوں کو اپنے ذہن میں دہرایا۔ دماغ کی بتی روشن ہوئی، وہ بھی رافع بشیر تھا اپنے ڈپارٹمنٹ کا سب سے قابل اور

شاطر آفیسر۔

"اور کامی کے گھر والے؟ وہ جانتے ہیں؟" اندھیرے میں ایک اور تیر چلایا۔

"نہیں! اس رات کے صرف ہم چار گواہ ہیں، میرے ہاتھوں میں ہوتا تو میں اس بد بخت کی ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا لیکن۔۔۔۔۔" وہ کہتے کہتے خاموش ہو گیا اور رافع بشیر کو اسکی خاموشی زہر لگی۔

"میرا بیٹا سنگدل نہیں لیکن

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اپنی بہن کے ظلم کا بدلہ۔۔۔۔" کہتے کہتے روک گئیں۔ کڑی جوڑنے ہی والی تھی بس ایک اور وار

"اماں مشتاق نے جو بھی کیا ٹھیک کیا؟ وہ بد بخت کامی اسی قابل تھا۔" تیر کمان سے نکل چکا تھا بس نشانے پر لگنے کی دیر تھی۔

"ہاں وہ اسی انجام کا مستحق تھا، جو دوسروں کی ماں بہنوں کی عزت کو داغ دار کرتے ہیں

انہیں کتے کی موت ہی مرنا چاہیے۔" رافع بشیر نے سردار کی معصوم چہرے پر شدید غصہ محسوس کیا۔ آخری کڑی جوڑ گئی، راز کھل گیا۔ رافع بشیر کا ذہن تیزی سے اپنے مفروضے کو نظریے میں ڈھالنے لگا۔ مشتاق یوسفی پر شک اب یقین میں بدلنے لگا۔

"چلے اماں میں اب چلتا ہوں، واپس شہر پہنچانا ہے۔" وقت دیکھتے ہوئے وہ بولا۔

Clubb of Quality Content

"ٹھیک ہے۔۔۔۔۔ جا پتر اللہ تمہارا حامی و ناصر ہو۔" رافع بشیر کے سر پر پیار کرتے ہوئے بولی۔

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی رافع بھائی امید ہے اگلی بار بھائی بھی آپ کے ساتھ آئے گا۔" دروازہ بند کرتے ہوئے سردار بولا تو وہ بمشکل مسکرایا۔

اپنی گاڑی کے پاس پہنچتے ہی اس نے وقت دیکھا چھ بج رہے تھے۔ ایک اہم سوال نے اس

کے واپسی کے ارادے کو کچھ وقت

کے لیے ملتوی کر دیا۔

”یہ تو صاف ہے، کامی کا قتل مشتاق یوسفی نے کیا تھا اور شہاب نے اسکی مدد کی

لیکن۔۔۔۔۔“ گاڑی کی بونٹ پر بیٹھ کر وہ گہری سوچ میں اس درخت کو دیکھ رہا تھا جو

اتنے فاصلے سے بھی نظر آ رہا تھا۔

”سلام صاحب۔“ پیچھے سے کسی نے آواز دی تو گردن موڑ کر دیکھا۔

اس انسان نے سر پر کپڑے کا

Clubb of Quality Content!

رومال بندھا ہوتا تھا،ہاتھ میں لکڑی کی بنی ہوئی مضبوط لاٹھی، کھردرے اور دھوپ سے جھلسے ہوئے چہرے کے ساتھ گہری جھریاں تھیں، جو اس کی محنت کی داستان بیان کرتی ہیں۔ اس کی آنکھوں میں دیہاتی زندگی کی سادگی نمایاں تھی۔

”وعلیکم اسلام۔“سلام کا جواب دے کر وہ بونٹ سے اترا۔

”تسی کون او؟ پہلاں تہاڈے نوں ایتھے نہیں ویکھیا۔“

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

”چاچا، میں مشتاق تے شہاب دا دوست آں۔ شہر توں آیا ساں اوہدے گھر والیاں دی خیریت دریافت کرن۔“رافع بشیر نے اسے پنجابی میں جواب دیا جس کی وجہ سے اس انسان کی ہچکچاہٹ کچھ کم ہوئی۔

”اچھا، تاں تسی مشتاق تے شہاب دے دوست او؟ کنا عرصہ ہو گیا اوہناں نوں ویکھے ہوئے؟“اس انسان کی آنکھیں چمک اٹھی۔

”تسی اوہناں دو نواں نوں جان

دے او؟“رافع بشیر کے ذہن نے ایک بار پھر کام کرنا شروع کیا شاید ان سوالوں کا جواب ملنے والا ہے۔

”میں انہاں تینوں نوں بچپن توں جانداواں۔“

”تیسرا کون؟“رافع بشیر جان کر بھی انجام بنا رہا

”کامی اور کون۔“رافع بشیر نے اس انسان کی آنکھوں میں اداسی کی جھلک محسوس کی۔

”مشتاق،شہاب تے کامی تینوں

بڑے پکے دوست سن۔ تینوں دی عمر وی برابر سی تے اوہ اک ہی دن پیدا ہوئے سن۔

انہاں دی دوستی سارا پنڈ جاندا سی، پر اچانک کامی نال جانے بنا کجھ کہے اپنی جان لے لئی۔ اوہ

جو سامنے درخت نظر آریا اے نا؟" دور اس درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا

"اوتھے ہی اوہنے خودکشی کتی سی۔"

"کیہہ وجہ دے بغیر؟ کسے نہ

کسے گل تے ہوندی اے، بزرگو!" وجہ معلوم ہونے کے باوجود اس نے پوچھا۔

"پتہ نئیں کیہ وجہ سی، اس دے ماں پیو نے نہ پولیس نوں اطلاع دتی تے نہ ہی کجھ کیتا، بس

اوہنوں جلدی جلدی دفنا دتا۔" وہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"ٹھیک اے، تُہاڈے نال مل کے خوشی ہوئی۔ دعاواں وچ یاد رکھنا۔ اللہ حافظ۔" ہاتھ ملا کر

وہ جا کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔

سارے رازوں سے پردہ اٹھ گیا تھا۔

حالیہ وقت میں قدم رکھتے ہی رافع بشیر کی نظریں مشتاق یوسفی پر جم گئیں۔

”آپ گاؤں گئے تھے؟ پر کیوں اور وہ سب آپ کو کس نے بتایا اور کیسے۔۔۔۔۔۔۔۔؟“

مشتاق یوسفی کے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

الفاظ ٹوٹ رہے تھے۔

”ایس ایچ او محمد رافع بشیر نام ہے میرا، لاہور کی تاریخ کا سب سے کم عمر ایس ایچ او ہوں۔

آپ پوچھیں کیوں؟ کیونکہ جب بھی میرے پاس کوئی کیس آیا، میں نے قانون کی بالادستی

کو ہمیشہ مقدم رکھا اور ہر مجرم کو سزا دلوانے میں اپنی پوری کوشش کی، میرے لیے یہ بات فخر کی ہے کہ آج تک کوئی کیس کو حل نشُدہ نہیں چھوڑا۔"

مشتاق یوسفی سمجھ گیا تھا کہ اس کا راز کھل چکا ہے اور اب فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

"میں نے ہی کامی کا قتل کیا تھا اور اپنے اس فعل پر کوئی شرمندگی نہیں، اگر آپ مجھے سزا دینا چاہتے ہیں تو شوق سے دیں، میں اب نہیں بھاگوں گا۔" اس کے لفظوں میں شکست تھی۔ شہاب اس کے اعتراف جرم پر حیران رہ گیا اور اس کو چپ چاپ دیکھتا رہا۔ ان سب کے

درمیان صرف بلال احمد ہی سارے حقائق سے ناواقف تھا۔

”لیکن؟اس جرم کی سزا کا واحد حقدار صرف اور صرف میں ہوں۔اس لیے براہ کرم میرے گھر والوں اور شہاب کو اس میں نا گھسیٹا جائے۔“اپنی بات ختم کر کے اس نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی اتاری اور جیبیں خالی کرنے لگا جیسے وہ گرفتاری کے لیے پوری طرح تیار ہو۔

”چھ لوگوں کے قتل کی سزا

جانتے ہوں کیا ہوتی ہے؟عدالت پھانسی کی سزا سنائے گی۔“رافع بشیر کے جملے پر اس کا چلتا ہاتھ روک گیا۔

”چھ؟میں آپ کی بات سمجھا نہیں؟“سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر وہ شہاب کے ہمراہ چارپائی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”اچھا ایک بات تو بتاؤ؟تم ان مجرموں کے دلوں کا کرتے کیا ہو؟“رافع بشیر آرام سے بیٹھا ان دونوں کی گھبراہٹ کو انجوائے

Clubb of Quality Content

کر رہا تھا۔

"دل؟ کون سے دل؟ میں آپ کی بات سمجھ نہیں سکا۔" مشتاق یوسفی واقعہ حیران تھا۔

"کیا تم وہ سیریل کلر نہیں جو زنا بالجبر کے کیسوں کے مجرموں کو بے رحمی سے مار رہا ہے؟ اچھا بتاؤ ناں دل نکال کر کیا کرتے ہو تم دونوں؟ دفنا دیتے ہو یا فرائے کر کے کھا جاتے ہو؟" ناقابل برداشت سوال پر مشتاق یوسفی چیخ اٹھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"بس! بہت ہوا۔ آپ اپنے آپ کو بہت قابل آفیسر سمجھتے ہیں ناں لیکن افسوس اس بار آپ کی ہائپو تھیسس غلط ثابت ہوئی کیونکہ یہ سچ ہے کہ میں نے کامی کا قتل کیا تھا کیونکہ اس نے میری نرگس کی زندگی تباہ کر دی لیکن میں اتنا سنگدل اور بیوقوف نہیں کہ دوسروں کو کھلے عام قتل کرتا پھروں وہ بھی اتنی بے رحمی سے۔۔۔ نہیں وہ میں نہیں ہوں۔"

مشتاق

یوسفی کی آنکھوں میں کچھ تو تھا کہ رافع بشیر کو پہلی بار اپنی محنت ضائع ہوتی دکھائی دی۔

"بلال احمد؟ ان کے گھر کی تلاشی لو۔" بلال احمد جو ابھی بھی کشمکش و پیچ کا شکار تھا اپنا نام سننے پر ہوش میں آیا۔

"جی سر۔" بمشکل بول کر وہ اندر چلا گیا۔

"آپ اسطرح میرے گھر کی تلاشی کیسے لی سکتے ہیں، سرچ

Clubb of Quality Content

وارنٹ ہے آپ لوگوں کے پاس۔۔۔۔۔۔" شہاب زور زور سے بولتا ہوا بلال احمد کے پیچھے چلا گیا۔ صحن میں اب وہ دونوں تنہا تھے۔

"نرگس کیسی تھی؟" مشتاق یوسفی خود کو پوچھنے سے روک نہ سکا۔

"مجھے دیکھ کر ڈر گئی تھی، کامی نے اس بچی کے معصوم ذہن میں خوف کی بنیاد رکھ دی ہے،

اب شاید ہی کوئی یقین اس

کے ٹوٹے اعتماد کو بحال کر سکے۔" مشتاق یوسفی نے پہلی بار اسکی سخت آنکھوں میں نرمی

کی ایک جھلک دیکھی۔

"سر میں اعتراف کرتا ہوں کہ کامی کا خون میں نے ہی کیا تھا لیکن باقی پانچ افراد کا قتل

میں نے نہیں کیا۔" وہ اپنی بات پر اڑا رہا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"سر یہ دیکھے اندر سے کیا ملا؟" بلال احمد تیز قدموں سے اس کی طرف بڑھا۔ اسکے ہاتھ میں

کچھ دوائیوں کے پلتے تھے۔ بلال احمد کے ہاتھ سے لے کر اس نے بغور ان دوائیوں کا جائزہ

لیا۔

"کون کھاتا ہے؟" آنکھوں کی سختی نے نرمی کو کہی چھپا دیا۔

"مشتاق۔۔۔۔۔۔" شہاب بولا تو مشتاق یوسفی نے اسے اداس آنکھوں سے دیکھا۔

"اتنی سی عمر میں انٹی ڈپریشن اور نیند کی گولیاں کھاتے ہو۔" پلٹتے بلال احمد کی طرف

بڑھاتے

ہوئے پوچھا۔

"وجہ آپ جانتے ہیں۔" مشتاق یوسفی بمشکل بول پالا۔

"ایک ایسا خطرناک سائیکو سیریل کلر، جو اپنی بہن کے ساتھ ہونے والی ظلم کا بدلہ دوسرے ریپسٹ کو موت کے گھاٹ اتار کر لے رہا ہے، مگر اس کے باوجود سکون کی جستجو میں بے شمار دوائیں کھا رہا ہے تاکہ اپنی اندرونی ہار کو چھپا سکے۔ کل کے اخبار میں اگر

ایسی سرخی ہو تو بلال احمد تمہاری پروموشن پکی۔" وہ قدرے انچا بولا۔ مشتاق یوسفی نے سرخ ہوتی آنکھوں سے شہاب کو دیکھا۔

"صاحب وہ میں نہیں ہوں۔" ایک گہری سانس لی وہ واقعی تھک چکا تھا۔

اسی آشنا میں بلال احمد کا فون بجا۔ نمبر دیکھ کر اسکی آنکھیں چمک اٹھی۔

"ہاں ہیلو۔۔۔" دوسری طرف کسی

ناولز کلب

نے ایسی بات کی کہ بلال احمد کے چہرے پر مسکراہٹ واضح ہوئی۔

"ہم آرہے ہیں۔" کال کاٹ کر اسنے موبائل جیب میں رکھ دیا۔

"سر کام ہو گیا۔" اسنے کان کے پاس سرگوشی کی۔ بلال احمد کی بات سن کر وہ ان دونوں کی طرف مڑا۔

"تم دونوں کو میں ابھی چھوڑ رہا ہوں لیکن۔۔۔" سن گلاسز پہنتے ہوئے بات جاری رکھی۔

"لیکن اگر فرار ہونے کی کوشش بھی کی تو یاد رکھنا میرا نام ایس ایچ او رافع بشیر ہے، پاتال میں بھی چھپے ہوئے ہو گے تو میں ڈھونڈ نکالو گا۔۔۔۔۔" وارنگ دے کر وہ بلال احمد کے ہمراہ وہاں سے چلا گیا۔ مشتاق یوسفی نے ایک افسوس بھری نگاہ شہاب پر ڈالی۔

"مشتاق۔۔۔۔۔" شہاب نے اسے پکارا لیکن ہاتھ کے اشارے سے اسے بات کاٹ دی۔

ناولز کلب
Club of Quality Content

"بس شہاب۔۔۔۔۔ ایک لفظ بھی نہیں! جب میں نے کامی کے قتل کا پورا الزام اپنے سر لے لیا تھا، تو تم نے ان پانچ افراد کے قتل کا الزام مجھ پر ڈالنے کے لیے اپنی خاموشی کیوں توڑی؟" مشتاق یوسفی قدرے سخت لہجے میں بولا

"میں نے کیا کیا بھائی؟" شہاب کو صدمہ پہنچا۔

"اتنے معصوم بننے کی ضرورت نہیں، اس ایس ایچ او کو پہلے

ہی مجھ پر شک تھا اور تم نے اسکے شک پر مہر لگا دی۔" اس کی آواز بلند تھی۔

"آرام سے بھائی۔۔۔ سچ ہی تو کہا ہے میں نے، تم ہی کھاتے ہو، پھر میں کیوں چپ رہ کر خود پر الزام لوں؟" شہاب کے جوان خون نے بھی جوش مارا۔

"سچ۔۔۔۔۔ کون سا سچ؟ کیا میں نے اس ایس ایچ او کو یہ سچ بتایا کہ قتل کو خودکشی بنانے کا مشورہ تم نے دیا تھا۔ میں نے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

سارا الزام اپنے سر لے لیا اور تم۔۔۔۔۔۔۔" وہ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔ شہاب کو شرمندگی ہوئی۔

"اچھا سوری۔۔۔۔۔ میں اس وقت کافی گھبرا گیا تھا، کچھ سمجھ ہی نہیں آ رہی تھی۔۔۔۔۔ اب آگے کا کیا؟" شہاب امید بھری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

”پتہ نہیں لیکن میں کچھ کرتا ہوں۔“مختصر جواب دے کر گھر سے نکل کر گلی پار کی اور
سڑک تک پہنچا۔ پلٹ کر ایک بار تسلی

کی کہ شہاب اس کے پیچھے تو نہیں آیا۔ پھر موبائل فون نکال کر ایک نمبر پر کال ملائی۔ دو
تین گھنٹیوں کے بعد کسی نے کال اٹھائی اور مشتاق یوسفی کی بات سننے سے پہلے ہی بولنے لگا۔
”باقی باتیں بعد میں، ابھی پلان بی کا وقت آگیا ہے۔ جیسے میں نے سمجھایا تھا ویسے ہی کرنا۔
زیادہ وقت نہیں ہے کل رات تک کام ہو جانا چاہئے سمجھے؟“

تیزی سے اپنی بات مکمل کی اور پھر اسکی بات سنی۔
”ابھی نہیں، کل رات مل کر سب سمجھادو گا لیکن ابھی کے لیے جو میں نے سمجھایا ہے اس پر
توجہ دو۔“دوسری طرف سے پھر کوئی سوال آیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہاں وہ بھی میرے ساتھ ہو گا چلو اب میں چلتا ہوں۔"بات مکمل کر کے اسنے کال کاٹ دی۔

******

"سر؟ایک بات پوچھوں؟"گاڑی

سڑک پر لاتے بلال احمد نے پوچھا۔

"ہممم۔۔۔۔"چہرے پر تھکاوٹ واضح تھی۔

"سر وہ کہانی؟اور مشتاق یوسفی کی بہن وہ سب کیا تھا؟آپ گجرات گئے تھے کیا؟اور کب؟"رافع بشیر نے ایک گہری سانس لی اور مختصر لفظوں میں ساری بات سمجھائی۔بلال احمد نے اسکے چہرے پر تھکاوٹ کی جھلک محسوس کی۔

”نوید صادق نے کس وقت گرفتاری دی؟“

”سر آدھا گھنٹہ پہلے۔“تھانے کے پاس گاڑی روکتے ہوئے بولا۔

”شکار بھی ہمارا شکاری بھی۔ جب ہمارے پاس دوسروں کی کمزوریوں کا ذخیرہ ہو، تو ہم ماہرِ تماشہ اور دوسرا کٹ پتلی بن جاتا ہے، پھر ماہرِ تماشا بن کر اس شخص کو اپنی انگلیوں پر نچانا ممکن ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کی کمزوریاں تمہاری قوت

میں تبدیل ہو چکی ہوتی ہیں،اور تمہیں اس کی حرکات کو اپنی مرضی کے مطابق قابو میں رکھنے کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر ہم دوسروں کی کمزوریوں کو اپنی طاقت بنانا سیکھ لیں، تو اس بے رحم دنیا کو اپنی ترتیب میں لانا اور بہتر بنانا ممکن ہو جاتا ہے۔“رافع بشیر گاڑی سے اترتے ہوئے بولا۔ اس کی باتیں بلال احمد کے سر کر اوپر سے گزر گئیں۔

”ہمارے پاس کس کی کمزوریاں ہیں؟“ بلال احمد کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ رافع بشیر پہلے ہی سفر کی وجہ سے تھکا ہوا تھا اوپر سے بلال احمد کے بے تکے سوال پر اب اسے غصہ آنے لگا۔ جواب دینے کے بجائے وہ تھانے کے اندر چلا گیا۔

”صاحب میرے بھائی کو بچا لو وہ ابھی چھوٹا ہے، نادان ہے، میرے بھائی کی جان بچا لو صاحب“ رافع بشیر کے آفس میں

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

داخل ہوتے ساتھ ہی نوید صادق کا بھائی اسکے آگے ہاتھ جوڑ کر التجا کرنے لگا۔

”پاکستان میں زیادتی (ریپ) کی سزا پاکستان پینل کوڈ کے سیکشن 375 اور 376 کے تحت مقرر کی گئی ہے۔ سزا کا انحصار جرم کی نوعیت اور حالات پر ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص ریپ کا مجرم قرار پائے تو اسے سزائے موت یا عمر قید جو 25 سال تک دی جا سکتی ہے یا عدالت مجرم

پر بھاری جرمانہ بھی عائد کر سکتی ہے۔ اگر کئی افراد مل کر زیادتی کریں تو تمام مجرموں کو سزائے موت یا عمر قید دی جا سکتی ہے۔"ایک سانس میں وہ بولا۔

"نام کیا ہے تمہارا؟"نوید صادق کے بھائی سے پوچھا۔

"جی نادر صادق۔"مشکل سے بول پایا۔ اشارے سے کرسی پر بیٹھنے کا کہا۔

"دیکھو نادر! قانون سزا دے یا

وہ پاگل قاتل نوید صادق کا مرنا تو طے ہے۔"اطمینان سے اسے اطلاع دی۔ نوید صادق کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"پر صاحب۔۔۔۔۔۔؟"دروازے پر دستک ہوئی اور وہ ایک دم چپ ہو گیا۔

"آجائیں"رافع بشیر نے اجازت دی۔

"سر ملزم وقار کا ساتھی نوید صادق نے ابتدائی بیان دیا ہے، جس کا مطلب چار ماہ پہلے اس

نے مرحوم وقار کے ساتھ مل کر ادیقہ کا گینگ ریپ کیا تھا۔ جب ادیقہ نے ان کے خلاف آواز اٹھائی تو وہ شہر چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ اس کے بقول وہ کراچی کے ایک علاقے میں رہائش پذیر تھا۔" بات مکمل کر کے کاغذ اس کے سامنے رکھا۔ نادر صادق کی حیرت کی انتہا نہ تھی۔ کل عام سے حلیے والا انسان، جو وقار کو اپنا دوست بتا رہا تھا، آج پولیس کی وردی میں ملبوس اسے اس

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کے بھائی کا بیان سنا رہا تھا۔ کل کا دوستی بھرا لہجہ آج سرکاری اختیار اور بے رحمی کی تصویر بن چکا تھا۔ نادر صادق کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ یہ سب ایک کھیل تھا یا حقیقت۔

"تم پولیس والے ہو؟ اتنا بڑا دھوکہ، دوستی کے نام پر اتنا بڑا ڈرامہ کیا، اب تو مجھے شک ہے کہ کوئی پاگل قاتل ہے بھی یا نہیں؟ سب کھیل تو نہیں میرے معصوم بھائی کو گرفتار کرنے

کی لیے؟" نادر صادق واقع بھڑک گیا۔

"تمیز سے بات کر، یہ تھانہ ہے تیرے باپ کا گھر نہیں، اور کیا کہا معصوم؟ بے غیرت ہے تیرا بھائی جو دوسروں کی ماں بہنوں کی عزتیں نیلام کرتا پھرے میرے قانون میں اس کی سزا موت سے بھی بتر ہونی چاہئے، اب کسی کا باپ بھی تیرے بھائی کو نہیں بچا سکتا۔"

بلال احمد کا چہرہ کچھ پل کے

لیے بلکہ بدل گیا گویا وہ کوئی اور ہی انسان ہو۔

"میں بچاؤ گا، وکیل آنے ہی والا ہے۔" وہ بولتا بولتا آفس سے باہر نکل گیا۔ رافع بشیر کی مسکرا اٹھا۔

"نوید صادق کی بیل آسانی سے ہو جائے گئی اور یہی تو میں چاہتا ہوں۔ شکار اور شکاری دونوں آزاد ہو گئے تبھی یہ کیس حل ہو گا۔" اپنی کرسی سے ٹیک لگا کر بولا۔

"اگر مشتاق یوسفی قاتل نہ ہوا تو۔۔۔۔۔۔۔" بلال احمد کی بات پر رافع بشیر بھی سوچ میں پڑ گیا۔

"ہمارا کام نوید صادق کو ڈھونڈنا تھا اب جب وہ منظر پر آگیا ہے تو وہ قاتل بھی سامنے آجائے گا۔ بس پرسوں کا انتظار ہے، کیونکہ پرسوں اسکے شکار کا دن ہو گا۔" اتنی دیر میں نادر وکیل کے ہمراہ بیل کے کاغذات بنوانے آفس میں داخل ہوا۔ ساری کاروائی تحمل سے ہوئی، بالخیر

نوید صادق کی بیل ہو گئی۔ جانے سے پہلے رافع بشیر نے نوید صادق کو اپنے پاس اکیلے میں بلوایا۔

”یقیناً تمہارے بھائی نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہو گا، میں چاہتا ہوں عدالت تمہارا فیصلہ کرے کیونکہ میں قانون کی عزت کرنے والوں میں سے ہوں۔ جب تک عدالت کی کاروائی شروع نہیں ہوتی تمہیں احتیاط کرنی ہوگی۔ گھر سے مت نکلنا اور اگر کوئی

انجان نمبر سے کال آئے تو فوراً مجھے اطلاع کرنا، یہ سچ ہے کہ ایک سائیکو سیریل کلر شہر میں موجود ہے جو تم جیسوں کو دردناک موت دے کر خوف کا بازار گرم کرنا چاہتا ہے۔“ پین اٹھا کر ایک کاغذ پر اپنا نمبر لکھ کر اسکو دے دیا۔

”اب میں کیا کروں صاحب؟ خدا کے لیے مجھے بچا لیں، میں جیل جانے کے لیے بھی تیار تھا لیکن بھائی جان نے بیل کروا دی۔“ اس

نے ہاتھ جوڑ کر التجا کی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

”تمہیں پتہ ہے وقار اور باقیوں کو کس طرح قتل کیا گیا؟ ہمیں ان کی لاشیں کس حالت میں ملیں؟“ رافع بشیر اسکے کانپتے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔

”کیسے؟“ پسینے کی بوندیں اس کے چہرے پر واضح ہوئیں۔

”پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق ان پانچوں کے دل غائب تھے، اس بات کو سمجھتے ہو؟ پہلے وہ اپنے شکار کو بےہوش کرتا ہے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

پھر انکا سینہ چاک کر کے پسلی کی ہڈیاں توڑتا ہے اور دل نکال لیتا ہے۔ وہ تم جیسوں کے دل نوچ کر اپنے ساتھ لے جاتا تھا، جیسے ایک بھیانک درندہ جو کسی کی جان کو چپکے سے چھین کر اندھیروں میں گم ہو جائے۔ وہ بے رحمی سے سب کو مار رہا ہے اور اسکا اگلا شکار تم ہو اس لیے وارن کر رہا ہوں کچھ بھی گڑبڑ محسوس ہو فوراً مجھ سے رابطہ کرنا کیونکہ میرے

علاوہ تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔"ڈر کی لہر دوڑی اور نوید صادق کا خون جمنے لگا۔ رافع بشیر نے بلال احمد کا ہاتھ سے بنایا اسکیچ نوید صادق کو دیکھا۔ ہاتھ سے بنے اسکیچ میں اس قاتل کو بنایا گیا تھا، جو کالا کوٹ پہنے ہوئے تھا، سر پر ٹوپی تھی، ہاتھوں میں دستانے اور منہ پر ماسک تھا۔

"یہ ہے اسکا ظاہری حلیہ۔۔۔۔"رافع بشیر نے اسکی آنکھوں میں مزید

الجھن دیکھی۔

"اگر کچھ بھی ہوا میں آپ کو کال کرونگا۔۔۔۔"اس کی آواز میں لرزش تھی۔ سلام کر کے وہ وہاں سے چلا گیا۔ رافع بشیر نے کرسی سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لی۔ نیند اور تھکاوٹ کے باعث بے چینی ہونے لگی۔

"سر آپ ٹھیک ہیں؟"بلال احمد کی آواز پر اسنے آنکھیں کھولی۔

"بس ذرا تھک گیا ہوں گھر جا کر آرام کرو گا تو ٹھیک ہو جاؤ گا۔"

کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھا، شام کے سات بج رہے تھے۔

"بلال احمد ایک کام کرو مجھے گھر تک ڈراپ کر دو میرے اندر ڈرائیو کرنے کی ہمت نہیں۔" یہ کہہ کر اس نے اپنی چیزے اٹھائی اور آفس سے نکل گیا۔ بیچ میں رافع بشیر نے اپنے کھانے کے لیے بیکری سے ڈبل-روٹی خریدی۔ بلڈ نگ کے باہر گاڑی رکتے ساتھ ہی رافع بشیر بولا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"بلال احمد گاڑی ساتھ لے جاؤ کل صبح مجھے پک کر لینا۔" اتنا کہہ کر وہ گاڑی سے اتر گیا اور بلڈ نگ کے اندر چلا گیا۔ بلال احمد نے گاڑی اسٹارٹ کی اور مین روڈ پر آگیا ابھی وہ زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ اسکی نظر بیکری کے شاپر پر پڑی۔

"رافع سر بھی ناں کھانے پینے کے معاملے میں بہت لاپرو ہیں۔" منہ میں بڑبڑا اور گاڑی واپس بلڈ نگ کی طرف موڑی۔ پارکنگ ایریا

میں گاڑی روک کر وہ شاپر سمیت اترا اور اس کے اپارٹمنٹ کی طرف سیڑھیوں کے ذریعے جانے لگا۔ کاڑیڈو میں داخل ہوتے ساتھ ہی سامنے والے منظر نے کچھ لمحوں کے لیے اس کے قدم روک لیے۔ شاپر اسکے ہاتھ سے گر گیا کیونکہ وہ اس منظر کے لیے بلکہ بھی تیار نہیں تھا۔

رافع بشیر زمین پر اوندھے منہ گرا ہوا تھا۔ موبائل، اپارٹمنٹ کی چابیاں پستول سب اسکے ارد گرد

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

بکھرے ہوئے تھے۔ بلال احمد اس کی طرف بھاگا۔

"سر؟ سر آپ ٹھیک تو ہیں؟" اسکو سیدھا کرتے ہوئے بلال احمد نے اسے ہوش میں لانے کی کوشش کی۔ اس بلڈنگ کے کوریڈور میں صرف دو ہی اپارٹمنٹز تھے۔ رافع بشیر کے سامنے والا اپارٹمنٹ خالی تھا۔ پریشانی کی حالت میں اسنے آوازیں لگائی۔ ساتھ ساتھ چابی سے دروازہ کھولنے کی بھی

کوشش کرتا رہا بالآخر دروازہ کھل گیا۔ اسنے جلدی سے رافع بشیر کو اٹھایا اور مشکل سے کمرے تک لے آیا۔

"سر؟ سر۔۔۔۔۔؟" منہ پر پانی کی چھینٹے مارے ہوئے وہ مسلسل اس کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا اور بالآخر رافع بشیر نے آنکھیں کھولی۔

"پانی۔۔۔۔۔۔" وہ اتنا بول پایا۔ رافع بشیر نے اپنا ہاتھ سر کے پچھلے حصے میں رکھا۔ درد کی شدت

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

سے اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"سر! آپ ٹھیک تو ہیں؟" بلال احمد نے اسے سہارا دے کر اُٹھایا اور وہ بیڈ سے ٹیک لگا کر بیٹھا دیا۔

”کسی نے پیچھے سے حملہ کیا، میں نے مڑ کر دیکھا تھا وہی تھا؟“ درد کی شدت کے باعث آہستہ آہستہ بول رہا تھا۔

”کون؟“ بلال احمد کو اس بات کی امید نہیں تھی۔

”وہی سیاہ کوٹ والا قاتل۔۔۔۔۔۔“

بلال احمد کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

”وہ؟ اسکی اتنی ہمت لیکن کیا آپ نے اسکا چہرہ دیکھا؟“ بلال احمد کی پریشانی بڑھنے لگی۔

"نہیں۔۔۔۔۔ بس کالے کوٹ کی جھلک سے میں نے اسے پہچان لیا۔“ رافع بشیر کچھ یاد کرتا ہوا بولا۔

”اس حملے کا مقصد؟ شاید۔۔۔۔“ بلال احمد کسی نتیجے پر پہنچنے لگا۔

”شاید کیا؟“ رافع بشیر کی آنکھیں بند تھیں۔

"شاید اسکا سب سے بڑا راز جو کھل گیا ہے۔“ بلال احمد رکا پھر بات بدل دی۔

”سر میں آپکے لئے چائے بناتا ہوں، پھر آپ دوا کھا کر آرام کرلے باقی باتیں کل دیکھے گے۔“ اتنا کہہ کر بلال احمد کمرے سے نکل گیا۔ باورچی خانے میں جانے سے پہلے اسکی نظر لاونج میں کل رات کے بکھرے کاغذوں کی

راکھ پر پڑی جو پورے لاونج میں پھیل گئی تھی۔ سر جھٹک کر وہ چائے بنانے چلا گیا۔ جب تک چائے پک رہی تھی اسنے پھول جھاڑو سے ساری راکھ اکٹھا کر کے کوڑے دان میں پھینک دی۔ پھر چائے کی ٹرے سجائی اور رافع بشیر کے کمرے میں لے گیا۔

”تم نے زحمت کی۔۔۔۔ میں کرلیتا۔“ رافع بشیر کا اشارہ راکھ کو صاف کرنے پر تھا۔

"کوئی بات نہیں، مجھے آپ کا کام کر کے اچھا لگتا ہے۔ پتہ نہیں کیوں مجھے آپ اپنے بڑے بھائیوں کی طرح لگتے ہیں۔" چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے بولا۔ رافع بشیر مسکرا اٹھا۔

"ویسے باتوں کے ساتھ ساتھ چائے بھی اچھی بنا لیتے ہو۔" اس بات پر وہ مسکرا اٹھا اور سامنے لگی گھڑی پر نظر پڑی۔ نو بج کر دس منٹ۔

"اب تم جاؤ، میں ٹھیک ہوں دوا

ناولز کلب
Clubs of Quality Content

کھا کر سو گیا تو صبح تک سیٹ ہو جاؤ گا۔" بلال احمد نے اثبات میں سر ہلایا اور خدا حافظ کر کے اپارٹمنٹ سے نکل گیا۔ اپارٹمنٹ کے باہر آتے ہی اسکی نظر سی سی ٹی وی کیمرے پر پڑی جو کل رات پتھر لگنے کی وجہ سے ٹوٹا ہوا تھا۔

"سب پلین کے مطابق ہو رہا ہے۔" وہ منہ میں بڑبڑا اور وہاں سے چلا گیا۔ اندر رافع بشیر دوائیں کھا کر سونے چلا گیا۔

****

”کہاں تھے تم؟ سارا دن گزر گیا، وقت دیکھ رہے ہو؟“ مشتاق یوسفی کے گھر پہنچتے ساتھ ہی شہاب بھڑک اٹھا۔

”ایک ضروری کام کرنے گیا تھا۔“ مختصر جواب دے کر وہ کمرے میں چلا گیا۔

”ضروری کام؟ کیسا ضروری کام ہاں؟ موبائل تمہارا بند جا رہا تھا، کتنی کال کی میں نے جانتے ہو مجھے لگا پولیس نے تمہیں

Clubb of Quality Content

گرفتار کر لیا ہو گا۔۔۔۔۔“ وہ ایک سانس میں بولا، اسکے چہرے پر پریشانی واضح تھی۔

”شہاب میری بات غور سے سنو، خطرہ بڑھ گیا ہے اب اس شہر میں رہنا ممکن نہیں ہم کل رات ہی شہر چھوڑ کر چلے جائیں گے، کچھ عرصے کے لیے ہی صحیح لیکن ابھی ہمیں جانا ہو گا۔“ وہ عجلت میں بولا۔

”لیکن اگر ہم بے قصور ہیں تو ڈر کس بات کا؟“شہاب دو ٹوک بولا۔

مشتاق یوسفی کے چہرے کی ہوائیاں اُڑ گئیں۔

”مانا کہ ہم بے قصور ہیں لیکن کامی والا معاملہ تو پولیس تک پہنچ گیا ہے اور وہ اس بات کو ہتھیار بنا کر ہمیں دوسرے کیسوں میں مجرم ٹھہرا سکتے ہیں، میرے پر بھروسہ کرو ہمیں کل رات ہی یہاں سے بھاگنا ہو گا۔“مشتاق یوسفی کے خوبصورت چہرے پر بلا کا ڈر تھا۔

”کل کیوں؟ آج کیوں نہیں؟“شہاب نے پھر پوچھا۔

"بس ایک آخری کام رہتا ہے وہ ہو جائے تو ہم پشاور کے لیے نکل جائیں گے۔" مشتاق یوسفی نے اپنا ارادہ بتایا۔

"اور رافع بشیر اس کا کیا، اگر اسنے ہمیں پکڑ لیا تو۔۔۔۔۔۔۔؟" مشتاق یوسفی بھی سوچ میں پڑ گیا۔

"کچھ سوچتا ہوں، اچھا کھانے میں کیا بنایا ہے؟ صبح سے رات

ہو گئی اور اب بھوک سے برا حال ہونے لگا ہے۔"

"تم ہاتھ منہ دھو لو میں کھانا لگاتا ہوں۔" اتنا کہہ کر شہاب باورچی خانے میں اور مشتاق یوسفی باتھ روم میں چلا گیا۔

******

”بس بہت ہوا۔۔۔۔اس ظلم کی سزا موت ہے۔“اس بھیانک خواب نے ایک بار پھر اسے جھکڑ لیا۔

”آجا میرا دل۔۔۔۔۔ تو میرا دل ہے تو میری جان ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ چھن چھن

۔“وہ اپنے بستر پر لیٹے تڑپ رہا تھا۔

”ماں۔۔۔۔۔۔۔۔ماں!کوئی ہے جو مجھے اس جانور سے بچائے؟خون!بہت سارا خون۔۔۔۔۔۔وہ مر گیا ہے،میں نے اسے مار دیا،دیکھو ماں کتنا خون ہے ہر طرف،مجھے ڈر لگ رہا ہے نہیں میں خوش ہوں وہ مر گیا میں نے اسے مار دیا۔“اب اسکا پورا جسم کانپ رہا تھا۔

”اسکا دل ابھی بھی دھڑک رہا

ہے،یہ کیا کر دیا تم نے؟چیخ بلند چیخیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ مر گیا ہے اب کیا کرے گے ہم؟"مختلف آوازوں نے اسے جکڑ لیا۔

"بسس۔۔۔۔۔۔"وہ جھٹکے سے اٹھا۔سانس پھولی ہوئی تھی،پسینے سے سارا بدن بھیگا ہوا تھا۔

"آخر کب یہ آوازیں میرا پیچھا چھوڑیں گی؟"خود کلامی کی اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

****

"ارے بلال اتنی صبح کیسے اٹھ گئے؟"فجر ابھی تازی تھی جب ماہ نور نے بلال احمد کو کمرے سے نکلتا دیکھا۔

"پتہ نہیں آپی،عجیب سی بے چینی ہے،رات کو ٹھیک سے سو بھی نہیں پایا اور۔۔۔۔۔"

کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اور کیا۔" ماہ نور کو اس کا چہرہ مرجھا ہوا لگا۔

" آج بہت عرصے بعد ابا کو خواب میں دیکھا۔" آنکھوں میں اداسی چھا گئی۔

"ابا کو مس کرتے ہو؟" ماہ نور نے سر پر پیار کرتے ہوئے پوچھا۔

"جی! کبھی کبھی سوچتا ہوں اگر ابا زندہ ہوتے تو آج آپ اپنے گھر کی ہوتی، مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے لیے کچھ نہ کرسکا۔" بولتے بولتے آبدیدہ ہو گیا ماہ نور سے اپنے بھائی کے آنسو برداشت نہیں ہوئے۔

"کیسی باتیں کر رہے ہو، تم نے اپنی آپی کے لیے بہت کچھ کیا ہے، اچھے دن قریب ہیں مایوس

Clubb of Quality Content

مت ہو، تم جانتے ہو اس دنیا میں تم مجھے سب سے زیادہ عزیز ہو اور تمہارے لیے میں سب کچھ قربان کر سکتی ہوں۔ اچھا بس اب رونا بند کرو شاباش۔" اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

"آپی؟ اچھے دنوں کا انتظار لمبا نہیں ہو گیا؟" معصومانہ سوال پوچھا۔ ماہ نور نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔

"کبھی کبھی دیر ہو جاتی ہے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

لیکن اسکے بعد جو ملتا ہے وہ پچھلے ساری تکلیفوں کو مٹانے کے لیے کافی ہوتا ہے، دل چھوٹا مت کرو ایک دن سب ٹھیک ہو ہی جاتا ہے۔" ماہ نور نے اپنے چھوٹے بھائی کو تسلی دی۔

"آپی آپ بہت اچھی ہے، اللہ آپ کا دامن رنگوں سے بھر دے۔" اپنے آنسو صاف کرتا ہوا وہ کھڑا ہوا اور باتھ روم کی طرف چلا گیا۔ پیچھے ماہ نور کی آنکھیں ضبط سے لال ہو گئی۔ اس نے

جائے نماز طے کی اور صحن میں آ گئی۔ فجر اور صبح کے درمیان کا منظر نہایت دلکش اور سحر انگیز تھا۔ آسمان پر ہلکی نیلگوں روشنی پھیل چکی ہوئی، مگر سورج ابھی پوری طرح نمودار نہیں ہوا تھا۔ ماہ نور نے آنکھیں بند کر لیں۔ رات کی ٹھنڈی ہوا میں ہلکی سی خنکی باقی تھی اور ہر چیز پر شبنم کے ننھے قطرے چمک رہے تھے۔ اسکے کانوں میں پرندوں کے نغمے اور

درختوں کے پتوں کی ہلکی ہلکی سرسراہٹ سنائی دینے لگی۔ یہ لمحہ ماہ نور کا پسندیدہ تھا کیونکہ اس وقت رات کی خاموشی اور دن کی ہلچل کے درمیان فطرت ایک حسین توازن قائم رکھتی تھی۔ اسنے دھیرے سے آنکھیں کھولی، اس کی آنکھیں ڈھلتی عمر کے بوجھ کو مشکل سے اٹھا رہی تھیں۔ معاشرے کی روایتوں نے اسکی زندگی کے بہت سے سال

ضائع کر دیے۔

”ہمارے معاشرے میں دکھاوے کی شادیاں، بڑھتی ہوئی خواہشیں ایک خطرناک رواج بن چکی ہیں۔ جب شادیوں میں محض دولت، شان و شوکت کو اہمیت دی جائے گی تو مجھ جیسی عام لڑکی کے لیے سادہ اور محبت سے بھری شادی کا خواب مشکل ہو جاتا ہے۔“ وہ خود سے باتیں کرنے لگی۔

”کیسا عجیب معاشرہ بن گیا ہے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

یہ، جہاں لڑکی کی شادی کو صرف پیسہ اور شکل و صورت سے جوڑا جانے لگا ہے۔ میں سوچتی ہوں، سادگی میں شادی کیوں نہیں ہو سکتی؟ کیوں اس معاشرے نے بس دولت اور خوبصورتی کی قیمت پر تولنا شروع کر دیا ہے؟ اب کسی کی سیرت یا کردار کی اہمیت نہیں رہی بس ظاہری دکھاوا اور دولت کا کھیل چل رہا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ شادی کا اصل مقصد دو دلوں

کا ایک ہونا اور زندگی کے ساتھی کا انتخاب ہے، نہ کہ پیسہ اور صورت کا حساب۔ پھر کیوں اس معاشرے نے سچائی کو نظر انداز کر کے بس جھوٹے معیار بنا رکھے ہیں؟" کرسی پر بیٹھی خود کلامی کی۔

"آپی؟ کس سے باتیں کر رہی ہو؟" ماہ نور کو اکیلے میں بڑبڑاتے ہوئے دیکھا تو بے ساختہ پوچھ اٹھا۔

"خود سے۔۔۔۔۔" ماہ نور نے اپنی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

آنکھوں کی نمی کو پلکوں سے صاف کرتے ہوئے کہا۔

"چلو اب یہ کون سی عادت بنالی ہے، خود سے باتیں کرنے سے انسان آہستہ آہستہ۔۔۔۔۔۔۔" وہ ایک دم روک گیا۔

"پاگل ہو جاتا ہے۔" ماہ نور نے اس کا جملہ مکمل کیا۔

”نہیں! تنہا پسند ہو جاتا ہے۔“ بلال احمد نے اسکے سر پر پیار کرتے ہوئے کہا۔ ماہ نور دھیرے سے مسکرائی۔

”اور پھر وہ یہ تک بھول جاتا ہے کہ اس کا ایک عدد بھائی بھی ہے جو ناشتے کے انتظار میں بھوک سے مرا جا رہا ہے۔۔۔“ اسکی بات پر ماہ نور فوراً اٹھی۔

”مرے تمہارے دشمن، چلو اماں کے ساتھ جا کر بیٹھو میں ابھی ناشتہ بنا کر لائی۔“ اسکے سر پر ایک تھپڑ رسید کیا اور باورچی خانے میں چلی گئی۔ بلال احمد کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

******

”اسلام و علیکم سر، اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟“ بلال احمد نے سلام کر کے پوچھا۔

”کافی بہتر ہوں۔“ رافع بشیر نے بغور بلال احمد کو دیکھا۔ اسکا چہرہ مرجھایا ہوا لگا۔

''کیا بات ہے بلال احمد؟ آج چہرے پر روز والی تازگی نہیں؟ کچھ ہوا ہے کیا؟''رافع بشیر کے چہرے پر فکر مندی تھی۔

''کوئی بات نہیں سر بس وہ کل رات ابا کو خواب میں دیکھا،وہ

خواب کم حقیقت زیادہ لگ رہا تھا اس لیے۔۔۔۔''ادھوری بات کر کے وہ خاموش ہو گیا۔

''ماہ نور کی وجہ سے پریشان رہتے ہو؟سب ٹھیک ہو جائے گا،اچھا وقت ضرور آتا ہے فکر مت کرو۔''رافع بشیر ایک دو بار بلال احمد کے گھر بھی جا چکا تھا۔اسکی ماں اور بہن سے مل کر اسے کافی خوشی ہوئی تھی۔

''انشاءاللہ۔''وہ بس اتنا بول پایا۔

''کل کا دن بہت اہم ہے،میں نے

مشتاق یوسفی اور نوید صادق کے گھر کے باہر بندے تعینات کروا دیئے ہیں، جیسے ہی کوئی ہلچل مچے گی وہ مجھے آگاہ کر دے گے۔" رافع بشیر بولا۔

"سر آپ کے خیال میں مشتاق یوسفی قاتل ہو سکتا ہے؟" بلال احمد نے پوچھا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے؟" جواب دینے کے بجائے الٹا سوال پوچھ ڈالا۔

"سر ہو سکتا ہے مشتاق یوسفی ہی قاتل ہو، ہمارے پاس ایک اہم

ناولز کلب

اور پکا ثبوت ہے لیکن دل کہتا ہے وہ قاتل نہیں اور دماغ اسکے بر عکس۔" بلال احمد نے اپنی سوچ بتائی۔

"پولیس والے کب سے دل اور دماغ کی سننے لگے ہم ثبوتوں کی بنیاد پر کاروائی کرتے ہیں، اس کیس نے ہمیں بہت تھکایا ہے یا تو کل قاتل پکڑا جائے گا یا راز ھای حل نشُدہ۔" کرسی سے ٹیک لگاتے ہوئے بولا۔

”سر اب تو اسکا مطلب بتا دیں

؟“بلال احمد نے مسکرا کر پوچھا۔

”کل بتاؤ گا۔۔۔۔۔“ایک بار پھر بات ٹال دی۔

دور شہاب کے پر سکون گھر میں آج عجیب سی ہلچل مچی ہوئی تھی۔ مشتاق یوسفی اور شہاب

دونوں سامان پیک کرنے میں لگے ہوئے تھے۔

”صرف کپڑے اور ضرورت کا سامان ہی اٹھانا۔“مشتاق یوسفی نے ہدایت دی۔ پیکنگ کے

بعد وہ بولا۔

"اب غور سے سنو،شام کو تم گھر کے پیچھے سے نکلو گے،دونوں بیگز تمہارے ساتھ ہوں گے۔ یہاں سے بھاگ کر تم سیدھا لاہور ریلوے اسٹیشن جاؤ گے اور پانچ ٹکٹ پشاور کے لے کر وہی میرا انتظار کرنا۔"وہ جلدی جلدی اسے سمجھا رہا تھا۔

"لیکن ہم دونوں الگ الگ ہو کر کیوں جا رہے ہیں؟"شہاب کے چہرے پر گھبراہٹ واضح تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"دیکھو میرے بھائی!ساتھ ساتھ نکلے گے تو یقینا پکڑے جائے گے۔کل رات سے ایک انجان انسان گلی کے باہر کھڑا ہے وہ ضرور رافع بشیر نے ہمارے پر نظر رکھنے کے لیے بھیجا ہو گا تو تم پہلے نکلو اور میں رات کو روٹی لینے کے بہانے گھر سے نکلو گا۔"مشتاق یوسفی کی آنکھوں میں اضطراب تھا۔

"اگر ہم پکڑے گئے تو؟"شہاب بھی بے چین تھا۔

”ہم نہیں۔۔۔۔۔ صرف میں، اگر میں پکڑا گیا تو تم میرے پیچھے نہیں آو گے، بلکہ چپ چاپ سب کو لیکر پشاور روانہ ہو جاؤ گے۔ مجھ سے وعدہ کرو ان کا خیال رکھو گے۔“ مشتاق یوسفی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر شہاب سے وعدہ لینا چاہا۔

”مجھے پورا بھروسہ ہے ہم دونوں سب کا مل کر خیال رکھے گے اور پشاور میں ایک نئی زندگی شروع کرے گے۔“ اسکی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

بات نے مشتاق یوسفی کو امید اور ہمت ملی۔

”بس ایک آخری کام اور پھر ان الجھنوں سے حقیقی طور پر آزادی مل جائے گئی۔“ مشتاق یوسفی بڑبڑا۔

عصر سے پہلے ہی کالے بادلوں نے آسمان پر اپنا بسیرا کر لیا، اور تیز چلتی ہوائیں مئی کی عصر کو مزید نکھار رہی تھی۔ اپنے آفس میں موجود رافع بشیر کسی سے فون پر بات کر رہا تھا،

اسکے چہرے پر اضطراب واضح تھا۔

دیوار کے اس پار بلال احمد کئی فائلز اپنے سامنے کھولے کسی گہری سوچوں میں گم تھا۔ اسکا دل ابھی بھی یہ ماننے کو تیار نہیں تھا کہ مشتاق یوسفی اس جرائم کے پیچھے ہے۔ سوچوں کے نا ختم ہونے والے سمندر کی وجہ سے آفس کی چار دیواری میں اس کا دم گھٹنے لگا۔

"دس مئی کا سورج شاید کوئی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

امید اپنے ساتھ لائے۔" فائلز سمیٹ کر وہ تھانے سے باہر رکھے بینچ پر جا بیٹھا۔

شام کی خوبصورتی اور ٹھنڈی ہوائیں اسکے اندر کی بے چینی کو ختم کرنے میں مدد دے رہیں تھیں۔

"اللہ اکبر اللہ اکبر"

ایک خوبصورت آواز اسے اندر تک سکون کے دریاؤں میں لے گئی۔ کوئی نیا مؤذن اذان دے رہا تھا، اور اس کی آواز اتنی

خوبصورت تھی کہ بلال احمد کے قدم خود بخود مسجد کی طرف بڑھنے لگے۔

"اللہ اکبر اللہ اکبر"

بلال احمد نے اس میٹھی آواز کو محسوس کیا۔ وہ پکا نمازی نہیں تھا، لیکن آج اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی غیبی طاقت اسے اپنی طرف کھینچ رہی ہو، اور وہ بے ارادہ مسجد کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"اشھد ان لا الہ الا اللہ"

اس نے جوتے اتارے اور مسجد میں قدم رکھا،جہاں پہلے ہی کئی لوگ اللہ کے حضور جھکنے کے لیے موجود تھے۔

"اشھد ان لاالہ الااللہ"

وہ وضو تازہ کرنے بیٹھ گیا۔ساتھ بیٹھے لوگ پولیس وردی میں ملبوس اسے انسان کو ذرا حیرت سے دیکھ رہے تھے لیکن آج اسے کسی کی پرواہ نہیں تھی۔

"اشھد ان محمدارسول اللہ"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اسنے وضو بنانا شروع کیا۔پانی کی بوندیں اس کے جسم کے ساتھ ساتھ اسکی روح کو بھی پاک کر رہی تھی۔

"اشھد ان محمدارسول اللہ"

مسح کر کے اسنے اپنے پاؤں اچھی طرح دھوئے۔

”حي علی الصلاۃ، حي علی الصلاۃ“

اپنی جگہ سے اٹھا اور ایک کونے میں جا کھڑا ہوا گیا۔ اذان کی آواز چاروں طرف اپنی رحمتیں

اور برکتیں بکھر رہی تھی۔

”حي علی الفلاح، حي علی الفلاح“

آج کافی عرصے بعد وہ کامیابی کی طرف لوٹ آیا زندگی کی دوڑ بھاگ اور الجھنوں سے آزاد ہو

کر وہ فلاح کی طرف لوٹ آیا۔

”اللہ اکبر اللہ اکبر“

زیر لب دوہرایا بے شک اللہ سب سے بڑا ہے، بے شک اللہ سب سے بڑا ہے۔

”لا الہ الا اللہ“

بے حد سکون نے اسے جکڑ لیا۔ پر سکون ماحول میں اسنے نماز مغرب ادا کی۔ ہر رکوع ہر سجدہ اسے مزید نکھار رہا تھا۔ وہ سکون جو پچھلے کافی وقت سے گم تھا واپس آتا دکھائی دیا۔ نماز پڑھ کر اسنے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ کیا مانگے؟ کس نعمت کا تقاضا کرے لیکن وہ کچھ مانگ نہ سکا۔ آج وہ خالص رب کی رضا کے لیے اسکے آگے جھکا تھا۔

اللہ کے حضور جھکنے سے بڑی نعمت اور کیا ہو سکتی ہے؟ مسجد سے نکلتے ہوئے اسکے چہرے پر عجیب سی رونق تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"بلال احمد کہاں چلے گئے تھے؟" تھانے کے باہر اسکا انتظار کرتے رافع بشیر نے پوچھا۔

"نماز پڑھنے گیا تھا۔" مختصر جواب ملا۔ لیکن اگلے ہی پل رافع بشیر کے چہرے کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"سر آپ کی طبیعت ابھی بھی

ٹھیک نہیں لگ رہی، آپ گھر جا کر آرام کر لیں۔" بلال احمد کی بات پر وہ مسکرا اٹھا۔

" صحیح کہا میری طبیعت واقع خراب ہے۔ گھر جا کر آرام کرتا ہوں اور راستے سے کچھ کھانے کا بھی اٹھا لو گا وہ کیا ہے ناں اس معاملے میں تم خوش قسمت ہو گھر جا کر گرما گرم کھانا ملتا ہے، میں تو اس لمحے کے لیے ترس گیا ہوں۔" اپنی دھن میں وہ بے ساختہ بول گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"چلو میں اب نکلتا ہوں، دوا کھا کر سو جاؤ گا اور اب صبح ہی اٹھو گا۔" یہ کہہ کر وہ گاڑی میں بیٹھ کر چلا گیا۔ بلال احمد کو رافع بشیر کے لیے برا لگا۔ کچھ سوچ کر وہ بھی گھر کی طرف نکل پڑا۔

* * * * * *

" مجھے تمہاری فکر ہو رہی ہے، تم بھی میرے ساتھ چلو۔" گھر کی چھت پر کھڑے شہاب نے آخری بار کوشش کی۔ مشتاق

یوسفی نے نفی میں سر ہلایا۔

”میری فکر مت کرو، مجھے کچھ نہیں ہو گا تم بس دھیان سے اپنی منزل تک پہنچ کر میسج کرنا باقی میں ضرور آؤ گا۔۔۔وعدہ کرتا ہوں۔“ کبھی کبھی کسی کی باتیں آپ کو ہمت دیتی ہیں منزل تک پہنچنے کے لئے، مشتاق یوسفی کے لفظوں میں یقین تھا جس نے شہاب کو طاقت دی۔ وہ اس سے مل کر چھت کی دیوار پھلانگ کر وہاں

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

سے چلا گیا۔

مشتاق یوسفی نیچے آ کر نارنجی کے درخت کے نیچے رکھی چارپائی پر جا بیٹھا۔ اس نے سر اٹھا کر آسمان کو دیکھا، شام اور رات کے درمیان کا منظر بہت پُراسرار لگ رہا تھا۔ آسمان مختلف رنگوں میں رنگا ہوا تھا۔ سورج افق کے قریب جا چکا تھا، اور روشنی دھیرے دھیرے مدھم ہو رہی تھی۔ اس نے آنکھیں بند کر کے ایک گہری

سانس لی۔ کیاری میں لگے پھولوں کی دلکش خوشبو نے اس کی روح کو سکون دیا، جیسے وہ ایک نئے عزم سے سرشار ہو گیا ہو۔ اس نے محسوس کیا کہ اس خوشبو نے اسے نہ صرف تھکاوٹ سے نجات دلائی بلکہ اس ادھورے کام کو مکمل کرنے کی طاقت بھی بخشی۔

جھٹکے سے آنکھیں کھولی اور موبائل نکالا کر ایک نمبر ڈائل

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

کیا۔ دو تین گھنٹیوں کے بعد کسی نے کال اٹھائی۔

"کیا صورتحال ہے؟" مشتاق یوسفی نے پوچھا۔ مخالف جواب ملنے پر اس کے ماتھے پر بل واضح ہوئے۔

"ٹھیک جیسے ہی وہ آئے فوراً اطلاع دو۔" اتنا کہہ کر کال کاٹ دی۔ وہ انتظار کی سولی پر چڑھ گیا، جیسے وقت کی دھندلی پرچھائیں اس کے اندر کی بے چینی کو اور بڑھا رہی ہوں۔ ہر

لمحہ، ہر پل، وہ اپنے اندر کی تڑپ اور اضطراب کو محسوس کر رہا تھا، جیسے اس کی ساری امیدیں اور آرزوئیں ایک لمحے کے لیے ٹوٹنے والی ہوں۔ چارپائی سے اٹھ کر وہ صحن کے چکر کاٹنے لگا، جیسے اس کے قدموں کے ساتھ وقت بھی رکا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں میں سوالات اور دل میں بے قراری کی لہر دوڑ رہی تھی۔ بے چینی اپنے عروج پر تھی۔

ہوائیں آج رات ہر کردار کی اضطراب سے لطف اندوز ہو رہی تھیں، اور کالے بادلوں نے آسمان پر چھا کر ہواؤں کا ساتھ دیا۔ رات کا سکوت اور ہوا کی سرسراہٹ اس کیفیت کو گہرا کر رہی تھی، جیسے وقت رک گیا ہو اور ہر فرد اپنی کشمکش میں غرق ہو۔

دور اپنے اپارٹمنٹ میں رافع بشیر کھڑکیوں کے سامنے بیٹھا چائے کی چسکیاں بھر رہا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اسکا چہرہ مطمئن تھا لیکن سیاہ آنکھوں میں بلا کا اضطراب تھا۔ اپنے شاندار کیریئر میں اس نے آج تک کسی کیس کو حل نشدہ نہیں چھوڑا۔ وہ واقعی ایک قابل پولیس آفیسر تھا کیونکہ اس نے ہر مجرم کو قانون کے تحت سزا دی۔ ابھی وہ اپنی زندگی پر نظر ڈالنے ہی والا تھا کہ اسکا موبائل بج پڑا۔ نام دیکھ کر چائے کا مگ واپس میز پر رکھا اور عجلت میں کال اٹھائی۔

"ہیلو نوید صادق کیا ہو؟" رافع بشیر کا دل بے چین لیکن آواز میں ٹھہراؤ تھا۔

"سر۔۔۔۔۔۔ سر اس قاتل کا مجھے فون آیا ہے، وہ کہہ رہا تھا کہ میں۔۔۔۔" اس کی سانسیں اکھڑ رہیں تھیں۔ آواز میں لرزش تھی۔

"کیا کہا اس نے جلدی بتاؤ؟" رافع بشیر اس پر چلایا۔

"وہ کہہ رہا تھا کہ میں اور آپ کل کا سورج نہیں دیکھ پائیں گے۔۔۔۔ سر مجھے بچا لے میں

مرنا نہیں چاہتا۔۔۔۔ خدا کے لیے کچھ تو کریں۔۔۔۔" گھبراہٹ کے باعث اسکے الفاظ ٹوٹ رہے تھے۔

"اگر ہمیں زندہ رہنا ہے تو۔۔۔۔۔۔۔۔" موبائل کان سے لگائے کچھ سوچنے لگا۔

"میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں، آپ بس مجھے بچالیں۔" گھبراہٹ میں بولے جانے والے لفظوں کو رافع بشیر نے ہتھیار کی طرح استعمال کیا وہ دھیرے سے مسکرایا اور بولا۔

ناولز کلب
Club of Quality Content

"اگر تم نے میرا ساتھ دیا تو میں تمہیں آزاد کردوں گا،یہ وعدہ ہے میرا۔۔۔۔" گرم لوہے پر ہتھوڑا مار دیا گیا تھا۔

"جیسا آپ بولیں گے ویسا میں کروگا۔۔۔۔ بس خدا کے لیے مجھے اس ظالم سے بچالیں۔"

اس کے لہجے میں التجا اور خوف تھا۔

"اگر ادیقہ کی عزت لوٹنے سے پہلے اس سے آدھا خوف بھی محسوس کیا ہوتا تو آج یہ نوبت نہ آتی۔ بہر حال، میں تمہیں

لوکیشن میسج کر رہا ہوں، فوراً پہنچو۔ اور ہاں، گھر سے احتیاط سے نکلنا اور کسی کو ساتھ نہ لانا، یہ قانونی کارروائی ہے، سمجھے؟" اس کا انداز کافی سرد تھا۔

"ٹھیک ہے میں آتا ہوں۔۔۔" اسکی پوری بات سنے بغیر رافع بشیر نے کال کاٹ دی۔

"فیصلے کا دن آگیا ہے، رازھای حل نشُدہ۔۔۔۔۔" اسکے چہرے پر عجیب سی رونق تھی۔ کچھ

ضروری سامان اٹھایا اور اپارٹمنٹ سے نکل گیا۔

******

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بھائی، ٹرین ساڑھے بارہ بجے روانہ ہو گی۔"شہاب نے ریلوے اسٹیشن پر پہنچ کر مشتاق یوسفی کو آگاہ کیا۔اس نے وقت دیکھا، دس بجنے والے تھے۔

"تم کب تک پہنچوں گے؟"شہاب نے پوچھا۔

"راستے میں کسی نے پیچھا تو نہیں کیا؟"جواب دینے کے بجائے

الٹا سوال پوچھ ڈالا۔

"نہیں۔۔۔۔"شہاب نے اداسی سے آہ بھری۔

"میں وقت سے پہنچ جاؤ گا۔۔۔ بھروسہ رکھو سب ٹھیک ہو جائے گا، کل کا سورج نئی شروعات کا ضامن ہو گا۔"اتنا کہہ کر اسنے شہاب کی کال کاٹ دی کیونکہ بیچ میں کوئی اسے کال کر رہا تھا۔اس نے جلدی سے کال اٹھائی

"ہاں بولو وہ پہنچ گئے؟"اسکے

لہجے میں بے صبری تھی۔ دوسری طرف جواب نے اسکے چہرے کا رنگ اڑا دیا۔

"فکر مت کرو، میں بس آرہا ہوں۔" اتنا کہہ کر اس نے کال کاٹی اور باورچی خانے میں چلا گیا۔ گھر سے نکلتے ہوئے اسکے ہاتھ میں دستر تھا، جیسے وہ تندور جا رہا ہو۔

"کہا جا رہے ہو؟" گلی کے آخر میں ایک انجان آواز نے اسکے قدم روک لیے۔ مڑ کر دیکھا تو وہ

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

وہی تھا جو کل رات سے ان پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ اپنے اعصابوں پر قابو پا کر سکون سے بولا۔

"ہاتھ میں دستر ہو تو انسان کہا جاسکتا ہے بھائی۔۔۔ ویسے آپ کون؟ محلے میں نئے آئے ہیں، میں مشتاق یوسفی ہوں اسی گلی میں میرا گھر ہے اپنے دوست شہاب کے ساتھ رہتا ہوں۔" وہ عام سے انداز میں بولنے لگا۔

"مسافر ہوں، رات گزارنے کے لئے

چھت ڈھونڈ رہا ہوں۔" اس آدمی نے سفید جھوٹ بولا۔ مشتاق یوسفی کل رات بھی اسکو محلے کے آس پاس دیکھ چکا تھا۔

"پھر ہمارا گھر حاضر ہے، آپ ایک کام کریں وہ گلی کے آخر میں کالے رنگ کا دروازہ ہے وہاں چلے جائیں شہاب گھر پر ہی ہے۔ آپ میرا کہنا کہ مشتاق یوسفی نے بھیجا ہے، باقی میں روٹیاں لے کر آیا۔" سامنے والا بلا کا بیوقوف نکلا، اس کی بات مان

کر گلی کے اندر چلا پڑا اور مشتاق یوسفی تیز قدموں کے ساتھ چوک کی طرف چلنے لگا۔ چوک پار کر کے وہ خاموشی سے ایک سنسان گلی میں پہنچ گیا۔ ساتھ ساتھ وہ کسی سے فون پر بات بھی کر رہا تھا۔

آسمان پر کالے بادلوں کا تسلط تھا، جو کسی بھی وقت برسنے کو تیار تھے، فضا میں ایک گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی، جیسے کچھ بڑا ہونے والا ہو، ایک

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ایسا لمحہ جس کا کسی کو علم نہ تھا۔

* * * * * *

"اسلام و علیکم مسلمانوں!" گھر میں داخل ہوتے ساتھ ہی بلال احمد نے اپنے مخصوص انداز میں سلام کیا۔

"وعلیکم السلام اس قوم کے جوانوں۔" ماہ نور نے بھی اسی انداز سے جواب دیا۔

"اماں کہاں ہے؟" باورچی خانے میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"نماز پڑھ رہیں ہیں بس وہ فارغ ہو جائے تو کھانا لگاتی ہوں۔" سلاد بناتے ہوئے بولی۔ وہ بھی باورچی خانے میں آ گیا اور سلاد کی پلیٹ سے کھیرا اٹھا کر منہ میں ڈالا۔

"بریانی بنائی ہے؟" پتیلی کا ڈھکن کھلتے ہوئے بریانی کی لذیذ خوشبو کو اپنے اندر اتارتے ہوئے بولا۔

"آپی آپ کو کیسے پتہ چلا جاتا ہے کہ مجھے آج بریانی کھانے کا

دل تھا؟" وہ بے اختیار پوچھ اٹھا۔

"بس دیکھ لو۔۔۔۔۔" وہ پیار سے بولی۔ بلال احمد اپنی بہن کی معصومیت پر کھل کر ہنس پڑا۔

''آ گیا تو؟''اسکی ماں نے کمرے سے آواز لگائی۔باورچی خانے سے نکل کر وہ کمرے میں آ گیا۔

''اسلام و علیکم اماں،جی میں آ گیا۔''جائے نماز طے کرتے ہوئے اسے پیار سے دیکھا۔باہر زور سے بجلی چمکی۔

''بن موسم کی برسات نا ہو

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

جائے؟''اسکی ماں کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے بولیں۔

''بلال۔۔۔۔؟''ماہ نور نے کمرے میں جھانکا۔

''جی آپی؟''

"شام میں دھوبی تمہارا یونیفارم پریس کر کے لایا تھا اور ساتھ اسے تمہاری جیب سے یہ چابی ملی، کس کی ہے؟ ہمارے گھر کی تو نہیں لگتی۔" چابی اسکی طرف اچھالتے ہوئے پوچھا۔ بلال احمد چابی کو غور سے دیکھنے

لگا۔

"یہ چابی؟ ہاں یہ تو رافع سر کے اپارٹمنٹ کی ہے وہ دراصل۔۔۔۔" کہتے کہتے رک گیا۔ مانا کہ وہ ایک پولیس افسر ہے، لیکن اگر گھر والوں کو یہ پتہ چل جائے کہ وہ ایک سائیکو سیریل کلر کا پیچھا کر رہا ہے جو اتنا بے خوف ہے کہ دن دہاڑے علاقے کے ایس ایچ او پر حملہ کر کے فرار ہو چکا ہے تو وہ ہر گھڑی صرف پریشانی اور خوف میں گزاریں

گے۔ اسی لیے اس نے حقیقت چھپانے کا فیصلہ کیا اور جھوٹ کا سہارا لیا۔

"وہ کل انکی گاڑی سے ملی تھی تو اٹھالی اور آج دینا بھول گیا۔"بجلی ایک بار پھر چمکی اور بادل زور سے گرجے۔

"یا اللہ خیر۔۔۔۔۔"اسکی ماں کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"اماں جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں۔"ماہ نور دروازے کے پاس کھڑی بولی۔

"اچھا چلو بلال جلدی سے کپڑے چینج کر لو پھر میں کھانا لگاتی۔"ماہ نور کہہ کر چلی گئی اور بلال احمد کچھ سوچنے لگا۔اسکی ماں تسبیح پڑھنے میں مصروف تھی۔

"آپی بریانی زیادہ بنائی ہے؟"کمرے سے نکل کر پوچھا۔

"ہاں۔۔۔۔کیوں؟"ٹرے میں پلیٹیں اور سالادر کھتے ہوئے پوچھا۔

"وہ میں سوچ رہا تھارافع سر کے لیے بریانی لے جاؤ،ابھی

تھوڑی دیر پہلے ہی انہوں نے کہا تھا کہ وہ گھر کے کھانوں کے لیے ترس رہیے ہیں تو سوچا ان کے لیے بھی لے جاؤ۔"

"اس وقت؟ کیا وہ جاگ رہے ہونگے؟" ماہ نور نے وقت دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں کیونکہ انکا واٹس ایپ کا سٹیٹس آن لائن ہے۔" بلال احمد مسکرا کر بولا۔

"پولیس والے ہو کہ جاسوس؟" ماہ نور ہنس پڑی۔

ناولز کلب

"دونوں میں کوئی خاص فرق نہیں آپی، اچھا بریانی ٹفن میں پیک کر دیں میں پانچ منٹ میں تیار ہو کر آیا اور ہاں اماں کو آپ سنبھال لینا۔" اتنا کہہ کر وہ اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"ماہ نور؟ یہ بلال اس وقت کہاں جانے کا کہہ رہا ہے؟" اپنی ماں کی آواز پر وہ مسکرائی اور باورچی خانے سے نکل کر کمرے میں آگئی اور ساری بات سمجھائی۔

"بلال۔۔۔۔" اسکی ماں نے پوری بات سن کر اسے آواز لگائی۔

"جی اماں۔" بلال احمد کو لگا اماں کی کلاس کا وقت شروع ہونے والا ہے۔

"خیر سے جا کر رافع کو دیکھ کر بڑی تکلیف ہوتی ہے، بچارہ اکیلے رہتا ہے نا ماں ہے نا باپ اور کوئی بہن بھائی بھی نہیں، اکلوتے ہونے کا یہی نقصان ہے لیکن چلو اللہ اسکا گھر بھی آباد کرے۔ او ماہ نور بریانی کے ساتھ

سلاد بھی رکھ لینا، چل بیٹا اب تو جا، اور جلدی واپس آنا تیری ماں تیری راہ دیکھے گی۔" سر پر پیار کرتے ہوئے اسے رخصت کیا۔ بجلی ایک بار پھر چمکی اور بادلوں نے زور سے گرجنا شروع کر دیا، جیسے کوئی طوفان آرہا ہو۔ ہوا میں تیزی سے سردی پھیل گئی اور فضا میں ایک پر اسرار سی خاموشی چھا گئی۔

"آپی اپنا اور اماں کا خیال رکھنا اور دروازہ اچھے سے بند کر لینا،

میں یوں گیا اور یوں آیا۔" گیٹ سے نکلتے ہوئے وہ مڑ کر بولا۔ آسمانی بجلی نے چمک کر رات کے اندھیرے کو کچھ لمحوں کے لیے روشن کر دیا۔

"بارش نا شروع ہو جائے۔" آسمان کو دیکھتے ہوئے ماہ نور بولی۔

"جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں۔۔۔۔ابھی اندر کون بول رہا تھا۔"ماہ نور کی نقل کرتے ہوئے بولا۔

"بدمعاش بڑی بہن کی نقل اتارتے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ہو، تم واپس آو پھر میں تمہیں سیدھا کرتی ہوں۔"مصنوعی ناراضگی کے ساتھ بولی بلال احمد ہنس پڑا۔

”او میں تو ڈر گیا۔۔۔۔۔۔ چلیں اللہ حافظ۔“موٹر سائیکل اسٹارٹ کرتے ہوئے بولا اور تیزی سے نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ماہ نور نے آیت الکرسی پڑھ کر اس پر پھونک دی اور دروازہ بند کر دیا۔

******

سڑک کنارے کھڑا ابیس سالہ نوید صادق رافع بشیر کے انتظار میں اپنی سانسیں گن رہا تھا۔ اچانک اسکا موبائل بجا، جلدی سے اسنے کال اٹھائی۔بارش بالآخر شروع ہو گئی بارش کے قطرے موبائل اسکرین پر گرنے لگے۔بارش کی بوندیں دھیرے دھیرے سڑک پر گر رہی تھیں،اور سنسان سڑک پر صرف پانی کی بوندوں کے چھینٹے نظر آرہے تھے۔چاروں طرف سناٹا تھا، جیسے دنیا تھم

سی گئی ہو۔ سڑک کے کنارے لگے درختوں کے پتے بھی بھیگ چکے تھے،اور ان کے نیچے پانی کی ہلکی سی تہہ جمی ہوئی تھی۔ سڑک پر کہیں دور سے گاڑی کی لائٹس نظر آرہی تھیں۔ آسمان میں بادلوں کا غبار چھایا ہوا تھا اور ٹوٹے پھوٹے چراغوں کی مدھم روشنی میں سب کچھ ماند ساد کھائی دے رہا تھا۔ نوید صادق نے فوراً اسکرین کو اپنی آستینوں سے صاف کیا اور کال

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اٹھائی۔

"سر آپ کہاں ہے؟" عجلت میں بولا۔ بجلی کی گرج نے نوید صادق کے دل میں خوف کی لہر دوڑادی۔

"میں پہنچنے والا ہوں،ڈرو مت! تمہیں کچھ نہیں ہو گا۔" گیلی سڑک پر گاڑی دوڑاتے وہ بولا۔ رافع بشیر کے چہرے پر اضطراب واضح تھا۔ اسنے موبائل میں وقت دیکھا۔ نو مئی،دس بج کر پیتالیس منٹ۔ فیصلے کی

گھڑیاں۔

* * * * * *

اپنی موٹر سائیکل پارکنگ ایریا میں کھڑی کی۔ بارش کی وجہ سے اسکے کپڑے اور بال گیلے ہو گئے تھے۔ اپنے کپڑے اور بالوں کو جھاڑ کر موٹر سائیکل سے ٹفن اتارا اور رافع بشیر کے اپارٹمنٹ کی طرف چل پڑا۔ اپارٹمنٹ کے پاس پہنچ کر اسنے بل بجائی۔ ایک بار دو بار۔۔۔۔۔۔۔۔ لیکن کوئی جواب نہیں۔ اسنے موبائل نکال

کر وقت دیکھا گیارہ بج رہے تھے۔ فوراسے بیشتر اس نے رافع بشیر کو کال کی لیکن بارش کے شور کے باوجود بلال احمد کو اپارٹمنٹ کے اندر سے موبائل بجنے کی آواز آئی۔ رنگ جا رہی تھی لیکن وہ فون اٹھا نہیں رہا تھا۔ اسکے ذہن نے ریڈ سگنل دیا جیسے کوئی بڑی خرابی ہونے

والی ہو۔ گھر پر ہونے کے باوجود دروازہ کیوں نہیں کھول رہے؟ کل والا واقعہ اچانک اس کی

آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ وہ بے چینی سے دروازے پر دستک دینے لگا، پھر اچانک اس کا ذہن ایک لمحے کے لیے رک گیا۔ جیب میں ہاتھ ڈال کر چابی نکالی اور فوراً اپارٹمنٹ کا دروازہ کھول کر اندر کی طرف دوڑ گیا۔ کمرہ، باورچی خانہ، اور ڈرائنگ روم میں تیزی سے جھانکا، مگر رافع بشیر کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ پھر اس کی نظر لاونج کے کونے میں اسی کمرے پر پڑی، جو بقول

رافع بشیر کے اسٹور روم تھا اور اس میں پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں تھی۔ اس کمرے کی لائٹ جل رہی تھی۔ پستول نکال کر وہ محتاط قدموں سے اس طرف بڑھا، دل کی دھڑکن تیز سے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

تیز تر ہو رہی تھی۔ جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا، سامنے کا منظر اس کو سکتے میں مبتلا کر گیا، جیسے سب کچھ یکدم ٹھہر سا گیا ہو۔

****

بارش کی تیز بوندیں زمین پر گرتی جا رہی تھیں اور نوید صادق بے چینی سے اس کا انتظار کر رہا تھا، جیسے وقت کا دھڑکتا ہوا ہر لمحہ اس کے اندر بڑھتے ہوئے خوف کا اشارہ دے رہا ہو۔

اچانک، مدھم قدموں کی آواز سنائی دی، جیسے کوئی دھیرے دھیرے اس کے قریب آ رہا ہو۔ بجلی کی تیز چمک کے ساتھ ایک سیاہ سایہ نوید صادق

کے پیچھے ابھر آیا۔ کسی کی آہٹ پر اس نے فوراً گردن گھمائی، لیکن اس سے پہلے ہی گردن پر ایک تیز چبھن کا احساس ہوا، جیسے کسی نے اس کے جسم میں خون کی روانی روک دی ہو۔

دل کی دھڑکن تیز ہو گئی،اور وہ کچھ لمحوں کے لیے بے حس سا ہو گیا تھا۔ایک انجان آواز کانوں سے ٹکرائی۔

”عدالت بھی میری، قانون بھی میرا اور سزا بھی میری۔۔۔۔۔“

نوید صادق کی آنکھیں بند ہو رہیں تھیں آخری بار اسنے ایک انسان کو دیکھا جس نے کالا کوٹ اور سر پر ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ بجلی چمکی اور نوید صادق نے اس انسان کا چہرہ دیکھا۔ دوا نے اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا۔

”تمممم۔۔۔۔۔۔کون؟۔۔۔۔۔ کیا؟۔۔۔ نہیں۔۔۔ آپ؟“نوید صادق مشکل سے بول پایا۔اسکی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔وہ آخری منظر جو

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نوید صادق نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اس کے بعد ہمیشہ والا اندھیرا چھا گیا، سب کچھ اچانک گم ہو گیا اور ہر طرف سناٹا چھا گیا تھا۔ زندگی کا ہر نشان اس سے چھن چکا تھا۔ اسکی کہانی ختم ہو گئی تھی۔ آج انتقام کی رات تھی، انتقام لے لیا گیا تھا، لیکن وہ کون تھا؟ شاید اس اندھیرے نے اس کا راز چھپانے کا ارادہ کیا تھا، مگر جتنے بھی اندھیروں کی تہوں

میں اسے چھپایا جائے، وہ آخر کار بے نقاب ہو ہی جاتا ہے۔ سچ کا دھواں، چاہے جتنا بھی دبایا جائے، کبھی نہ کبھی سر اٹھا ہی لیتا ہے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

******

"شہاب۔۔۔۔؟" انتظار گاہ کے باہر بیٹھے شہاب کے شانے پر کسی نے ہاتھ رکھتے ہوئے اسے پکارا۔ ہڑبڑا کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ لیکن اگلے ہی پل وہ اسکے گلے لگ گیا۔

"تم آ گئے مشتاق؟ مجھے پورا بھروسہ تھا کہ تم ضرور آؤ گے، میں بیان نہیں کر سکتا کہ یہ وقت میں نے کیسے گزار۔" شہاب کی آواز بھر گئی۔

"میں نے کہا تھا شہاب کہ میں ضرور آؤ گا۔" مسکرا کر کہا۔

"تمہارے لیے ایک سرپرائز ہے، چلو میرے ساتھ۔" اپنی بھیگی آنکھیں صاف کرتا وہ اسے ہاتھ سے پکڑ کر انتظار گاہ میں لے آیا۔

"اماں۔۔۔۔۔۔۔؟" مشتاق یوسفی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اپنی ماں کی طرف بھاگا۔ دونوں گلے لگ کر رونے لگے۔

"مشتاق، میرا بچہ۔۔۔۔ تیرے شکل کو ترس گئی تھی تیری ماں، وعدہ کر پھر اسطرح چھوڑ کر نہیں جائے گا۔" اسکی ماں مسلسل رو رہی تھی۔

”وعدہ کرتا ہوں ماں اب تمہیں کبھی چھوڑ کر نہیں جاؤ گا۔۔۔۔۔“اپنے آنسوں صاف کرتے ہوئے بولا۔

”بھائی۔۔۔۔؟“سردار اسکے پیچھے کھڑا تھا۔اپنے بھائی کو دیکھ کر

وہ خوشی سے رونے لگا۔

”سردار تم نے واقعہ بہادری دکھائی،مجھے تم پر ناز ہے۔“سردار کو گلے لگاتے ہوئے وہ بولا۔ انتظار گاہ کے ماحول میں خوشیوں اور امیدوں کی مہک پھیل گئی۔مشتاق یوسفی کی نظر پیچھے بینچ پر سوئی ہوئی نرگس پر پڑی،وہ گیارہ سالہ بچی جس کے معصوم چہرے پر خوف کا پہرہ تھا۔مشتاق یوسفی اسکے پاس آکر بیٹھ گیا

اور ہاتھ بڑھا کر اسکے سر پر پیار کرنے لگا لیکن کچھ سوچ کر اپنے ہاتھوں کو ہوا میں ہی روک دیا۔

"یہ آج بھی نیند میں ڈر جاتی ہے، بیٹا کامی کے ظلم کی وجہ سے ہماری نرگس مرجھا گئی اب شاید ہی وہ ٹھیک ہو پائے۔ کامی نے تم دونوں کی زندگیوں کو ڈراؤنہ خواب بنا دیا ہے ایک عزت اور دوسرا قتل کا بوجھ لیے زندہ ہے۔" اسکی ماں رو پڑی۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

"اماں! کامی کے مارنے پر مجھے کوئی شرمندگی نہیں، وہ زندہ رہنے کے قابل نہیں تھا۔ اسکی حیوانیت نے اس معصوم ذہن پر وہ نقش چھوڑا ہے کہ شاید ہی کوئی اسے مٹا سکے۔ میرے بس میں ہو تو ہر اس درندے کو اسی سزا دو کہ کوئی بھی اسی غلیظ حرکت کرنے سے پہلے دو بار سوچے۔" سردار نے اپنے بھائی کی آنکھوں میں خون اترتا دیکھا۔ رات اور بارش کی وجہ

سے پلیٹ فارم میں لوگوں کی آمدورفت کم تھی۔

”ویسے کس ضروری کام کی تم بات کر رہے تھے؟“شہاب نے ماحول کو نارمل کرنے کے لیے بات بدلی۔ شہاب کی بات پر وہ فوراً کھڑا ہو گیا اور تیز قدموں سے باہر کی طرف دوڑا۔

******

رافع بشیر کے برعکس وہ کمرہ کچھ اور ہی کہانی بیان کر رہا تھا۔

وہ ایک درمیانے سائز کا کمرہ تھا، جس کا فرش ہلکے بھورے رنگ کی لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ دیواریں مدھم سفید رنگ کی تھیں۔ کمرے کے وسط میں ایک قدیم لکڑی کی اسٹڈی ٹیبل رکھی ہوئی تھی، جس پر فائلز، نوٹس، اور ایک چھوٹا سا ٹیبل لیمپ رکھا تھا۔ کرسی سادہ مگر آرام دہ تھی، جو ظاہر کرتی تھی کہ یہ جگہ کام کرنے کے لیے بنائی گئی ہے۔ کمرے کے پچھلے حصے

میں ایک بڑی لکڑی کی الماری تھی، کمرے کی بائیں جانب دیوار پر قد آور شیشے کی کھڑکیاں تھیں،ان کھڑکیوں پر باریک پردے لٹکے ہوئے تھے،بارش کے قطرے کھڑکیوں سے ٹکرا کر ماحول کو اور بھی پراسرار بنا رہے تھے۔ دائیں دیوار پر ایک بڑا گرین بورڈ لگا ہوا تھا، جس پر مختلف کاغذات، اخبار کی کٹنگز،اور ہاتھ سے بنائے گئے نقشے پن کیے گئے تھے۔ ان کاغذات میں

مختلف مقامات کے نام، تاریخیں،اور خفیہ کوڈز درج تھے، جو کسی اہم تحقیق یا مشن کا پتہ دیتے تھے۔

کمرے کا سرسری جائزہ لینے کے بعد اسکی نظر اسٹڈی ٹیبل پر رکھی ایک فائل پڑی۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم لیتا اس فائل تک پہنچا۔ وہ اس فائل کو اچھی طرح جانتا تھا۔

رازھای حل نشُدہ وہی لال رنگ کی فائل جو وہ سیریل کلرز اپنے

ساتھ لے گیا تھا لیکن وہ یہاں کیسے؟ بلال احمد الجھ کر رہ گیا۔ اچانک اسکا موبائل بجنے لگا، اضطراب اور کشمکش کے باعث موبائل کی آواز سے وہ چونک گیا۔ اسنے پستول ٹیبل پر رکھی اور جیب سے موبائل نکالا۔

"جی آپی۔۔۔۔؟" آواز کو نارمل کرتے ہوئے بولا۔

"کہاں ہوں؟ گھر کب آؤ گئے دیکھو بارش بھی شروع ہو گئی اب موٹر سائیکل پر مت آنا کیب

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

کروالینا۔" اسکی سنے بغیر وہ بولتی چلی گئی۔ اب وہ کیا کرے، اسے ابھی بہت کچھ جاننا تھا، واپسی ممکن نہیں۔

"آپی میں رافع سر کے ساتھ ہوں بارش رک جائے گی تو آجاؤ گا آپ فکر نا کریں اللہ حافظ۔" جھوٹ بول کر اسنے کال کاٹ دی۔ پھر وہ لال فائل کی طرف متوجہ ہوا۔ اگلے ہی لمحے اس نے موبائل پر گوگل کیمرہ کھولا اور تحریر پر فوکس کیا۔ کمزور

سگنلز کے باعث لوڈنگ کا عمل سست رہا، لیکن کچھ ہی دیر میں اس لفظ کا ترجمہ اسکرین پر ظاہر ہو گیا۔

"رازھای حل نشُدہ__"Unsolved mysteries"

گوگل کے بتائے ہوئے ترجمے سے وہ اور بھی الجھ گیا۔ یکایک اسکی نظر ٹیبل پر رکھی ایک بھورے رنگ کی ڈائری پر پڑی۔ وہ خود کو روک نہ پایا اور

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

کرسی پر بیٹھ کر اسنے ڈائری کھولی۔ گھڑی نے بارہ بجائے، دس مئی انجام کی تاریخ، فیصلہ کے دن، رازوں سے پردہ اٹھنے کی گھڑیاں۔

*****

بارش تیز ہونے لگی اور آسمان پر بادل گہرے ہو گئے۔ ایک دم بجلی کی چمک سے ماحول روشن ہو گیا، جیسے زمین اور آسمان کے درمیان کوئی تیز روشنی کی لکیریں دوڑ گئی ہو۔ بارش کی

بوندیں تیز ہوا کے ساتھ زمین پر گرتی گئیں۔ اس روشنی کے باعث ایک ہولناک منظر نے ماحول کو مزید پر اسرار بنا دیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

فوٹ پارک میں ایک بے جان انسان بے بسی کے عالم میں زمین پر گرا ہوا تھا۔ اچانک بجلی چمکی اور وہ کالا سایہ تیزی اور مہارت سے اس انسان کا سینہ چاک کرتا دیکھائی دیا گیا۔ پھر اندھیرا چھا گیا، اسٹریٹ لائٹ کی روشنی میں وہ منظر مدھم

ہو گیا اور کچھ وقت کے لیے اندھیرے کا راج قائم رہا۔ بجلی ایک بار پھر شدید سے چمکی اور اس کالے سایہ کے ہاتھ میں کچھ تھا۔ شاید وہ اس انسان کا دل، جو ابھی بھی دھڑک رہا تھا۔ اس

بار بجلی شدید تر چمکی اور اس کالے سایے کی سیاہ آنکھوں نے لمحے بھر کے لیے دنیا کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس کی سیاہ آنکھوں میں وحشت اور بے حسی کا ایک غمگین امتزاج تھا،

جیسے وہ نہ صرف اس انسان کی زندگی، بلکہ اس کی تمام تر امیدوں اور خوابوں کو بھی چھین چکا ہو۔

"عدالت بھی میری، قانون بھی میرا اور سزا بھی میری۔۔۔۔" وہ انسان زور سے چلایا۔

بلال احمد نے ڈائری کا پہلا صفحہ کھولا۔ اس پر بڑا بڑا لکھا ہوا تھا۔

"اس انسان کی آپ بیتی جو

صدیوں کا سفر کرتے کرتے تھک چکا ہے۔ زندگی کی کتاب کے کچھ صفحات ایسے ہوتے ہیں جو وقت کے ساتھ پھٹ کر ہوا میں بکھر جاتے ہیں، لیکن دل کے زخموں کی سیاہی ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ آج، میں اپنی ٹوٹی ہوئی کہانی کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو سمیٹ کر ان صفحات پر رقم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ شاید یہ الفاظ میرے دل کے بوجھ کو کچھ ہلکا کر سکیں۔"

ناول کلب
Clubb of Quality Content!

بلال احمد نے اگلا صفحہ پلٹا اور انجان کہانی کے سفر پر نکل پڑا جہاں سے یہ سلسلہ شروع ہوا تھا۔

"میں ایران کے شہر مشہد میں پیدا ہوا۔ میرے والدین کا تعلق پاکستان سے ہے۔ شادی کے کچھ عرصہ بعد میرے دادا کے قالینوں کے کاروبار کو پھیلانے کے لیے میرے والدین ایران آگئے۔ میں نے زندگی کے دس سال ایران میں

ہی گزارے کہ ایک دن پاکستان سے فون آیا کہ دادا کی حالت تشویشناک ہے اور وہ بار بار ہمیں پاکستان بلوا رہیں ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ میں ان سے کبھی ملا نہیں، دادا جان اکثر ایران آیا کرتے تھے لیکن کچھ عرصے سے خراب طبیعت کے باعث نہیں آسکے اور ماما پاپا بھی اپنی مصروفیات کی وجہ سے پاکستان نہ جاسکے۔"

کسی چیز کی آہٹ پر بلال احمد

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

نے سر اٹھایا لیکن آس پاس کوئی نہیں تھا، اس نے تیزی سے صفحہ پلٹا اور دوبارہ پڑھنا شروع کیا۔

"سب کچھ نارمل چل رہا تھا کہ ایک دن پاکستان سے فون آیا کہ دادا جان چل بسے، وہ کہتے ہیں ناں، پردیس میں رہنے والوں کے نصیب میں اپنوں کی قبروں کی مٹی کے ڈھیر ہی دیکھنا لکھا ہوتا ہے۔ مشہد سے لاہور آنے میں اس وقت تقریبا گیارہ گھنٹے

لگتے تھے۔ پاپا نے فلائٹ تو بک کر لی لیکن خاندان والوں نے مشورہ دیا کہ اتنا انتظار ٹھیک نہیں، مردے کو جلدی سپردِ خاک کرنا چاہیے۔ چاہتے ناچاہتے پاپا نے دفنانے کی اجازت دے دی۔ اپنوں کو کھو جانے کے بعد ہی اپنوں کی قدر آتی ہے۔ گھر سے نکلتے وقت پاپا نے ارادہ کر لیا تھا کہ اب وہ باقی کی زندگی پاکستان میں ہی گزارے گے۔ میری عمر دس سال تھی اور

پاکستان جانا ایک ایڈونچر سے کم نہیں تھا۔ اکثر داداجان مجھے پاکستان کے بارے میں بتایا کرتے تھے۔ داداجان چلے گئے، غم تھا مجھے لیکن بس اتنا ہی جتنا کسی دس سال کے بچے کو ہوتا ہے، مجھے تو پاکستان جانے سے مطلب تھا۔ خیر گھنٹوں کی مسافت طے کرنے کے بعد بالآخر ہم لاہور پہنچ ہی گئے۔ لاہور! زندہ دل والوں کا شہر۔ شام کا وقت تھا جب میں پہلی

بار اپنے آبائی گھر پہنچا۔ گھر دوستوں اور رشتہ داروں سے بھرا ہوا تھا۔ ہر کوئی پاپا سے مل کر رو رہا تھا۔ گلے شکوے ہوئے، معافیاں تلافیاں ہوئیں۔ ایسا نہیں ہے کہ مجھے اردو نہیں آتی لیکن کافی عرصہ ایران میں رہنے کی وجہ سے مجھے فارسی زبان پر زیادہ عبور حاصل تھا۔ لوگوں کی باتیں میرے سر کے اوپر سے گزر رہیں تھیں۔ کچھ دیر لوگوں کے ہجوم کا مرکز بننے کے بعد

مجھے میرا کمرہ دکھایا گیا جو داداجان نے برسوں پہلے خاص میرے لیے سجایا تھا لیکن افسوس میں تو آ گیا پر اب وہ نہیں رہے۔ انہیں سوچوں کے ساتھ میری آنکھ لگ گئی اور وہ کیا کہتے ہیں؟ ہاں میں گھوڑے گدھے بیچ کر سو گیا۔"

بلال احمد صفحے پہ صفحہ پلٹے جا رہا تھا۔ اس ڈائری کے لکھاری نے واقعی اسے اپنا دوست مان لیا تھا۔ ایک ایسا

خاص دوست جس سے آپ دل کی ہر بات شیئر کرتے ہیں۔

"اگلی صبح اٹھا تو کل کی ساری تھکاوٹ ختم ہو چکے تھی۔ناشتہ کرنے کے بعد میں لان میں چلا گیا۔پاپا کرسی پر بیٹھے چائے پی رہے تھے اور ماما شاید اندر رشتہ داروں کے ہمراہ بیٹھیں تھیں۔میں پاپا کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا اور ہلکی پھلکی گفتگو شروع کر دی۔پاپا کو کسی کا فون آ گیا تھا وہ اٹھ کر

ذرا دور چلے گئے۔دادا جان کے گھر کے لان میں ہر طرح کے پھول موجود تھے کیونکہ دادا جان کو پھولوں کا شوق تھا اور انکا یہ شوق مجھ تک منتقل ہوا،خیر پھولوں سے میری محبت کی داستان پھر کبھی سناؤں گا،ویسے مجھے آنتوریوم بہت پسند ہیں وہ بھی لال رنگ کے۔۔۔"

یکایک بلال احمد کی نظر اسٹڈی ٹیبل کے ایک کونے پر پڑی،وہاں ایک چھوٹے سے گملے میں لال

رنگ کے آنتوریوم کھلے ہوئے تھے۔ وہ سوچ میں پڑ گیا کہ پہلے نظر کیوں نہیں پڑی شاید اس لال فائل کی وجہ سے، اپنی سوچوں کو رفع دفع کرتے ہوئے اسنے صفحہ پلٹا۔

"میں ابھی سامنے بنی کیاریوں میں پھولوں کو دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک گھنگرو کی مدہم آواز میرے کانوں میں گونجنے لگی، جیسے ہوا میں سرگوشیاں کر رہی ہو۔ اس آواز کے ساتھ ہی دل

میں ایک پراسرار سا احساس جاگ اٹھا، اور میری نظریں بے اختیار اس سمت کو دوڑ گئیں جہاں سے وہ آواز آ رہی تھی۔ وہ ایک پچپین سالہ انسان تھا، جس کی نیلی گہری آنکھوں میں نہ ختم ہونے والے رازوں کی گہرائی تھی، چہرے پر سیاہ و سفید داڑھی کا امتزاج، درمیانہ قد اور مضبوط جسم کے ساتھ، اس کے ہاتھ میں ایک منفرد لاٹھی تھی، جس پر لگے گھنگھرو چلتے وقت

ایسی مدھم سرگوشیاں کرتے جیسے کوئی پرانی کہانی سنا رہے ہوں۔ وہ میرے ساتھ سے گزرا اور اس انسان کے وجود سے اٹھنے والی بدبو میری ناک سے ٹکرا گئی۔ وہ بالکل میرے سامنے

آ کر کھڑا ہو گیا۔ پاپا واپس آئے تو اسنے جھک کر سلام کیا۔ پاپا نے مجھے بتایا کہ یہ خان بابا ہے جو جوانی سے داداجان کی خاص وفادار میں سے ہے اور اسی گھر میں رہ کر داداجی کی

بہت خدمت کی۔ وہ میرے قریب آیا اور سر پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "میرا بچہ! میرا دل میری جان"۔ خان بابا کا یہ جملہ آج بھی میرے کانوں میں گونجتا ہے۔ میں کبھی کبھی دعا کرتا ہوں میں بہرا ہو جاؤ یا میری یادداشت سے یہ جملے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مٹ جائے۔ خیر جب قسمت میں اندھیرا لکھا ہو تو دنیا کی کوئی روشنی اس اندھیرے کو مٹا نہیں سکتی۔ ہم

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

نے داداجان کے گھر ہی رہنا شروع کر دیا، آہستہ آہستہ زندگی آسان لگنے لگی۔ پاکستان میں ایڈ جسٹ ہونا مشکل نہیں تھا۔ اب اپنی تعریف کیا کرI'm a quick learner تو میں اردو آسانی سے سیکھ گیا۔ خان بابا اس گھر کے پیچھے بنے سرونٹ کوارٹر میں رہتا تھا۔ پاپا نے ایک دن بتایا تھا کہ خان بابا کی کوئی فیملی نہیں، اور وہ داداجان کی خدمت میں اتنا

مصروف رہا کہ شادی بھی نہیں کی۔ شروع شروع کے دنوں میں مجھے اس پر ترس آتا تھا۔ وہ چپ چاپ دن بھر گھر کے چھوٹے چھوٹے کاموں میں ماما کی مدد کیا کرتا تھا۔ پاپا اور ماما نے پاکستان میں کئی نئی دوست بنا لیے اور ان کا زیادہ تر وقت اپنے نئے دوستوں کے ساتھ ہی گزرتا۔ مجھے ان کی مصروفیات سے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ میں بچپن سے ہی خاموش اور تنہائی پسند

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

تھا۔ زیادہ لوگوں سے ملنے کا شوق نہیں تھا اور نہ ہی بے وجہ کی دوستیاں پالنے کا۔ ماما پاپا میرے اسپیس کا احترام کرتے اور کبھی بھی کسی کام کے لیے فورس نہ کرتے تھے۔ ایسا نہیں ہے کہ میں اپنے والدین سے دور تھا، بس باتیں کم ہی ہوتیں تھیں۔ شروع شروع میں خان بابا میرا بہت خیال رکھتا تھا، مجھ سے باتیں کرنے کی کوشش کرتا کبھی کبھی میرے ساتھ لان میں

کرکٹ بھی کھیلتا تھا۔ مجھے بھی اسکی عادت ہو گئی۔ میری خوشی کے لیے وہ جان کر گیم ہار جاتا۔ ہماری دوستی مضبوط ہونے لگی۔ وہ کبھی مجھے میرے نام سے نہیں پکارتا تھا، پتہ ہے کیا کہتا تھا"تو میرا دل ہے تو میری جان ہے"اس جملے سے مجھے جتنی محبت تھی آج اتنی ہی نفرت ہے۔ ملازمین میں خان بابا کے علاوہ ایک ڈرائیور بھی تھا جو شام تک رہتا اور پھر اپنے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

گھر چلا جاتا۔ وہ اکثر اپنے بیٹے امجد کو ساتھ لے کر آیا کرتا تھا۔ امجد پیدائشی گونگا تھا۔ وہ جب بھی اپنے باپ کے ساتھ آتا تو چپ چاپ لان کے کونے میں بیٹھ جاتا۔ وہ مجھ سے سال بھر ہی بڑا تھا لیکن اس کے باوجود وہ اپنی عمر کے بچوں کے برعکس بہت سنجیدہ رہتا تھا۔ ایک دوبار میں نے کوشش کی اس سے دوستی کرنے کی لیکن ناکام رہا۔ ایک دن سکول سے آتے

ہوئے میں نے ڈرائیور سے پوچھا تو اسنے بتایا کہ وہ بول نہیں سکتا اس لیے کسی سے دوستی کرنے سے گھبراتا ہے۔ کچھ دن لگے لیکن ہماری دوستی ہو ہی گئی۔ وہ روز تو نہیں آتا تھا لیکن جب بھی آتا ہم خوب مزے کرتے لیکن جیسے ہی خان بابا آتا تو وہ گھبراجاتا اور وہاں سے جانے کی کوشش کرتا لیکن خان بابا اسے روک کر اپنی جیب سے ٹافیاں نکال کر کہتا

"ٹافی کھائے گا۔۔۔؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اور وہ سکتے کے کیفیت میں سر کو جنبش دیتا، اسکے ہاتھ سے ٹافی لیتا اور وہاں سے بھاگ جاتا۔

میں یہ منظر ہر بار دیکھتا لیکن اسکی گہرائی کو سمجھ نہ پاتا۔ خیر پاپا اور ماما اکثر رات کو ڈنر یا پارٹیز پر جاتے تو خان بابا کو میرا خیال رکھنے کا کہتے ایسا نہیں ہے کہ وہ میرے معاملے میں لاپرواتھے بس وہ خان بابا پر کچھ زیادہ ہی بھروسہ کرتے تھے اور اسی بھروسے نے میری

زندگی برباد کر دی۔ پھر آئی قیامت والی رات۔۔۔۔ ظلم والی رات۔۔۔۔۔۔تباہی کی رات۔"

بلال احمد کچھ پل کے لیے رو کا،بارش ایک بار پھر تیزی سے برسنے لگی۔اس بار بجلیاں بھی خوب چمکی۔ ہواؤں میں عجیب سی آوازیں تھیں جسے وہ بھی اس بھیانک رات کے رازوں کی گواہ ہوں۔

"ہمیں پاکستان آئے ہوئے چھ ماہ گزر چکے تھے کہ ایک دن ماما

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

اور پاپا کو کسی ضروری کام سے اسلام آباد جانا پڑا۔ جنوری کا مہینہ تھا شاید،شام سے ہلکی پھلکی بارش شروع تھی۔خان بابا کو میرا خیال رکھنے کا بول کر وہ دونوں چلے گے۔رات تک ڈرائیو اور امجد بھی جانے لگے لیکن جانے سے پہلے،امجد میرے کمرے میں آیا اور اشاروں سے کچھ کہنے کی کوشش کرنے لگا۔میں سمجھ نہیں پایا کہ وہ کیا کہنا چاہ رہا ہے۔باہر سے اس کے

باپ نے آواز دی، تو وہ جانے لگا، لیکن دروازے کے پاس رک کر پلٹا اور میری طرف دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، ایک عجیب سا درد جھلک رہا تھا۔ یہ درد اپنے لیے تھا یا میرے لیے، میں اس وقت نہیں سمجھ سکا۔ شاید وہ مجھے بچانے کی آخری کوشش کر رہا تھا، لیکن کہتے ہیں نا، جب قسمت میں اندھیرا لکھا ہو، تو دنیا کی کوئی روشنی اس اندھیرے کو مٹا نہیں

سکتی۔ سب چلے گئے، میں اور خان بابا گھر پر اکیلے رہ گئے۔ میں اس وقت اپنے کمرے میں ہوم-ورک کر رہا تھا کہ رات کے سناٹے کے باعث میرے کانوں میں گھنگرو کی مدھم آواز سنائے دی، وہ خان بابا ہی تھا جو میرے کمرے میں روز کے مطابق دودھ کا گلاس لے کر آ رہا تھا۔ وہ لاٹھی اسکی شخصیت کا حصہ تھی۔ جیسے ہی میرے کمرے تک آیا آسمان پر زور سے بجلی چمکی

Clubb of Quality Content

اور روکی ہوئی بارش برسنے لگی۔ خان بابا نے اپنی لاٹھی ایک طرف رکھی اور دودھ کا گلاس میرے سامنے کیا۔ اپنے ہوم-ورک میں غرق میں اس بات سے انجان تھا کہ اندھیروں کا سفر شروع ہونے والا ہے۔ "تو میرا دل ہے تو میری جان ہے" وہ قدرے اونچا بولا۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو اس کی نیلی آنکھیں کچھ عجیب منظر پیش کر رہیں تھیں۔ اس سے پہلے میں کچھ

بول پاتا اسنے میرے منہ میں اپنا رومال گھسا دیا۔ ساڑے دس سال کی عمر میں زندگی نے مجھے ایک ایسا زخم دیا، جو نہ میری عمر کے مطابق تھا اور نہ میرے سمجھنے کے قابل۔ وہ لمحے، وہ خوف، اور وہ سناٹا آج بھی میرے دل کے کونے میں چھپا ہوا۔ اس رات میرے خواب چھین لیے گئے۔ ایک بھاری بوجھ نے میرے معصوم خیالات کو دبا دیا، اور میں بے آواز چیختا رہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس رات بارش خوب برسی یا شاید آسمان بھی میری بے بسی پر رو رہا تھا۔ دروازے کے پاس پہنچ کر اسنے اپنی لاٹھی اٹھائی اور بولا۔ "اگر یہ بات کسی کو بتائی تو آخر میں سب تمہیں ہی برا اور گندہ بولیں گے اور اگر پھر بھی اپنی زبان کھولی تو یاد رکھنا تیرے ماں باپ کی چائے میں زہر ملا دوں گا۔۔۔۔" تکلیف اور درد کی کیفیت میں، اس کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی اور پھر

وہی مدھم گھنگرو کی آواز دور ہوتی گئی۔ میں نے مشکل سے آنکھیں کھولی تو نظر اپنے کمرے کی کھڑکی پر پڑے لال رنگ کے آنتوریوم پر پڑی، وہ واحد جاندار جو اس ظلم کا گواہ تھا۔ اس رات نے مجھے توڑ دیا، مجھے خود سے گھن آنے لگی۔ اپنا وجود گندہ اور ناپاک لگنے لگا۔ امجد کے ان آنسوں کا جواب مل گیا۔ وہ خود کو تو نہ بچا سکا لیکن مجھے بچانے ضرور آیا

تھا لیکن افسوس! افسوس وہ ناکام رہا"

بلال احمد سکتے میں چلا گیا،اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور سانس لینے میں شدید دشواری ہونے لگی، جیسے ہوا نے اس سے منہ موڑ لیا ہو۔یہ سب پڑھ کر وہ ان لفظوں میں چھپی تکلیف اور اذیت کو اپنے اندر محسوس کرنے لگا، ہر لفظ ایک کانٹے کی طرح دل میں چبھ رہا تھا۔اپنے اصابوں پر قابو

پا کر اسنے اگلا صفحہ پلٹا جو بالکل بھاری نا تھا لیکن بلال احمد کے لیے آگے بڑھنا ذرا مشکل ہو گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"دو دن بخار کی شدت بڑھتی گئی، اور میں بے بسی سے بستر پر پڑا پھونکتا رہا۔جسم جیسے آگ کی بھٹی میں جل رہا تھا، اور ہر سانس ایک جنگ جیسی لگ رہی تھی۔وہ آتا اور میرے کمرے میں دوا اور کھانا رکھ کر چلا جاتا۔میں نے ماما کو کال

کر کے جلدی واپس آنے کا کہا لیکن شاید ان کا شیڈول اپنے بیٹے سے زیادہ اہم تھا۔ آنے کے بجائے خان بابا کو ہدایت دے کر فون رکھ دیا۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ کم عمر بچوں کے ساتھ ہونے والی جنسی زیادتی کا بڑا سبب والدین کی غفلت اور غیر ضروری بھروسہ ہوتا ہے۔ والدین اپنے بچوں کے معاملات میں ان افراد پر بھروسہ کر لیتے ہیں جو ان کے

اعتماد کے قابل نہیں ہوتے، اور یہی بھروسہ اکثر بچوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتا ہے۔ بچوں کی حفاظت کے لیے ضروری ہے کہ والدین ہوشیار رہیں، ان کے ارد گرد کے ماحول پر گہری نظر رکھیں۔ معصوم بچپن پر پڑنے والے ظلم کے سائے ہمیشہ کے لیے روح پر نقش ہو جاتے ہیں۔ کچھ زخموں کے ساتھ جینا سیکھ لیتے ہیں، تو کچھ اندر ہی اندر ٹوٹ کر بکھر جاتے

ہیں۔ بعض خود کو سدھارنے کی کوشش کرتے ہیں، مگر کچھ کا درد انہیں اندھیروں کی راہ پر لے جاتا ہے۔ ذہن پر لگے یہ گہرے داغ اکثر مستقبل کے فیصلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں، اور کبھی کبھی ایک مظلوم، خود ظالم بننے کی دہلیز پر جا کھڑا ہوتا ہے۔ خیر ان دو دنوں میں اس نے مجھ سے ایک بات بھی نہیں کی، شاید میری خراب طبیعت سے وہ تھوڑا گھبرا گیا۔

تیسرے دن میں

اپنے کمرے سے نکلا، میری حالت اس سپاہی کی طرح تھی جو جنگ میں اکیلا دشمن کا مقابلہ کرتا ہوں۔ مجھے لان کے اس مخصوص کونے میں امجد بیٹھا نظر آیا۔ میرے پاس امجد کے علاوہ کوئی دوست نہیں تھا جس سے میں وہ بات شیئر کر سکتا۔ میں اسکے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ وہ گہری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔ میری آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہو گئے۔ اسنے

Clubb of Quality Content

میرے آنسو صاف کیے اور مضبوطی سے میرا ہاتھ تھاما۔ وہ بلاشبہ بے زبان تھا لیکن اس کی آنکھیں بولتی تھیں۔ بہر حال جب میرے والدین واپس آئے تو میں نے موسم کی تبدیلی کا بہانہ بنا کر انکو مطمئین کر دیا اور کمال کی بات وہ مان بھی گئے۔ اور پھر یہ بھیانک سلسلہ شروع ہو گیا، جب بھی ماما پاپا شہر سے باہر جاتے وہ رات قیامت والی رات ہوتی، رات

جہاں میری حفاظت کے لیے کوئی میسر نہ ہوتا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میں مزید خاموش ہو گیا اور میرے والدین پوچھنے کے بجائے اس کو میری شخصیت کا حصہ سمجھ کر مطمئین ہو گئے۔ مجھے ساری زندگی یہی افسوس رہے گا کہ کاش وہ ایک دفعہ میری خاموشی کے پیچھے چھپی چیخوں کو سن اور سمجھ پاتے۔ وقت کے ساتھ ساتھ مجھے یہ تو

اندازہ ہو گیا کہ اگر میں کچھ بولوں گا تو دنیا مجھے نہیں خان بابا کو کٹہرے میں کھڑا کرے گی لیکن اس وقت تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ میں روز خود سے ان دیکھی جنگ لڑتا جو میری

دماغی حالت کو بگاڑ رہی تھی۔ آخر انسانی دماغ ہے کب تک دباؤ برداشت کرتا اور پھر آیا فیصلے کا دن! دونوں میں سے کسی ایک کی موت کا دن۔۔۔۔۔۔۔"

بلال احمد سانس روکے اگلی

تحریر کو پڑھنے لگا۔

"اس شام بارش ہو رہی تھی اور ماما پاپا اسلام آباد جانے کے لیے تیار کھڑے تھے۔ اس واقعے کے شروع شروع دنوں میں وہ کبھی شہر سے باہر جانے کا کہتے تو میں ان کو روکا کرتا تھا لیکن آگے سے یہ سننے کو ملتا کہ میں اب بچہ نہیں کہ ضد کروں۔ ساڑے تین سالوں میں انہوں نے کبھی میری بات کا مان نہیں رکھا۔ وہ اس روز بھی اپنے پلان

کے مطابق گھر سے ایرپورٹ کے لیے نکل گئے۔ ڈر نے ایک بار پھر مجھے چاروں طرف سے جکڑ لیا۔ میں خاموشی سے اپنی اسٹڈی ٹیبل پر بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا کہ کانوں میں ایک بار پھر گھنگرو کی مدھم آواز سنائی دی۔ اس بار ڈر کی جگہ شدید غصہ اور اضطراب نے لے لی۔ خان بابا اپنے مخصوص جملہ دوہراتا ہوا میرے پاس آرہا تھا" تو میرا دل ہے تو میری جان ہے"

اپنی لاٹھی دروازے کے پاس رکھی اور دودھ کا گلاس ٹیبل پر رکھ دیا اور اپنے گندے ہاتھوں سے میرے سر پر پیار کرنے لگا۔ بس وہ لمحہ تھا وکٹم رافع بشیر سے کلپرٹ رافع بشیر بننے کا، غصے اور انتقامی جذبہ نے مجھے چاروں طرف سے لپیٹ میں لے لیا۔ میں نے سامنے رکھی فروٹ باسکٹ سے چاقو اٹھایا اور پلٹ کر اسکے سینے میں گھونپ دیا۔ وہ اس حملے کے لیے

بالکل تیار نہیں تھا، تکلیف کی شدت سے وہ تڑپنے لگا۔ میں خوف اور غصے کے عجیب امتزاج میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ بار بار اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر میں نے اس کی لاٹھی اٹھائی اور اس وقت تک مارتا رہا جب تک اسکا وجود بے جان نہ ہو گیا۔ جب وہ مکمل طور پر ساکت ہو گیا تو میں اسکے قریب گیا اور چاقو اسکے سینے سے نکالا اور دوبارہ اسی شدت سے وار کیا کہ

اسکا سینہ چاک ہو گیا، پسلیاں ٹوٹ گئیں اور اسکا دل باہر نکل آیا۔ میرے اندر اتنی طاقت کہاں سے آگئی یہ سوال آج بھی مجھے حیران کرتا ہے۔ حیرت انگیز طور پر اسکا دل ابھی بھی دھڑک رہا تھا۔ ہر طرف خون ہی خون تھا۔ "تو میرا دل ہے تو میری جان ہے۔" میں نے پاگلوں کی طرح اسکا فقرہ دہرایا۔ میں اسکے بے جان وجود سے قدرے دور اسکا دل ہاتھ میں پکڑے نہ

جانے کتنی دیر بیٹھا رہا۔ رات۔۔۔بارش۔۔۔۔۔۔ ہولناک بجلیوں کا چمکنا۔۔۔۔۔۔ میرے کمرے میں ایک انسان کی لاش اور میرے ہاتھوں میں اسکا دل جواب ساکت ہو گیا تھا۔ اس منظر نے میری دماغی حالت پر گہرا اثر چھوڑا۔ چودہ سال کے بچے کا ذہن عزت اور قتل کا بوجھ نہ اٹھا سکا۔ نہ جانے کتنی دیر میں اسی حالت میں بیٹھا رہا اس قتل کا گواہ بھی لال آنتوریوم تھا، واحد

جاندار گواہ۔ ایک زوردار چیخ مجھے حقیقت کی دنیا میں واپس لائی۔ سر اٹھا کر دیکھا تو میرے ماں باپ دروازے کے پاس کھڑے اس منظر کو دیکھ رہے تھے۔ مختلف آوازیں میرے کانوں سے ٹکرا رہیں تھیں۔ "یہ کیا ہوا؟ کس نے کیا۔۔۔۔۔۔ تم ٹھیک تو ہو بیٹا؟۔۔۔۔۔۔ بشیر پولیس کو بلائیں۔۔۔۔۔۔ رافع یہ سب کس نے کیا اور یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟

رافع جواب دو۔۔۔؟"میری ماما مجھے جھنجھوڑ رہیں تھیں لیکن کچھ دیر پہلے ہونے والے حادثے نے مجھے پتھر کا بنا دیا۔ جیسے ہی ماما نے میرے ہاتھوں سے اسکا دل لینا چاہا تو میں زور سے چلایا، ساڑھے تین سالوں کی دبی ہوئی چیخوں کی گونج نے ان کے دل کو دہلا دیا۔ پھر میں بولنے شروع ہوا، ان تین سالوں کی اذیتوں اور تکلیفوں کو رو رو کر بیان کیا۔ پتہ نہیں کیا کچھ

بول گیا یاد بھی نہیں لیکن انکے خلاف اپنے منہ سے نکلے ہوئے لفظوں پر آج بھی شرمندہ ہوں۔ "میں نے مارا ہے اسکو۔۔۔۔۔۔ بلائیں پولیس کو۔۔۔ میں نہیں ڈرتا! یہ مجھے کہتا تھا کہ میں اس کا دل ہوں۔۔۔۔ اسلیے میں نے اس کا دل ہی نکال لیا۔۔۔۔ دیکھیں یہ کیا ہے؟ دل۔۔۔۔؟ نہیں ماما یہ میری ہار اور جیت کی نشانی ہے۔ میں ایک قاتل ہوں۔ سب آپ لوگوں کی وجہ سے ہوا۔۔۔ آپ

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

لوگوں کی لاپرواہی نے میری زندگی برباد کر دی۔۔۔۔۔۔اس آدمی نے پچھلے تین سالوں سے میرے جسم کے ساتھ ساتھ میری روح کو بھی کھوکھلا کر دیا ہے۔۔۔۔ آپ لوگوں نے میری خاموشی کو سمجھنے کی کوشش کی۔۔۔۔۔۔؟میں کہتا تھا ماما پلیز مجھے یہاں اکیلا چھوڑ کر مت جایا کریں۔ کیا آپ نے کبھی وجہ جاننے کی کوشش کی؟ نہیں کیونکہ آپ دونوں کو اپنے بیٹے

کی زندگی سے زیادہ اپنی پارٹیز عزیز تھیں۔۔۔۔ آج بھی کیوں واپس آئے، کہی فلائٹ تو کینسل نہیں ہو گئی۔۔۔۔۔۔؟ہاں ایسا ہی ہوا ہو گا کیونکہ اپنے بیٹے کے لیے تو آپ کبھی واپس نہیں آئے گے۔۔۔۔۔۔ مجھے شرم آرہی ہے آپ کو اپنا ماں باپ کہتے ہوئے۔۔۔۔۔۔۔اس سے اچھا تھا میں یتیم لاوارث ہوتا۔۔۔۔۔۔۔ پھر شاید اتنا دکھ نہ ہوتا۔"اور نہ جانے کیا کیا کہتا چلا گیا۔ مجھے آپے سے باہر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دیکھ کر میری ماں نے ایک زوردار تھپڑ رسید کیا اور پھر اگلے ہی لمحے مجھے گلے سے لگا لیا۔ ان دونوں کے چہرے پر اضطراب تھا، بھیانک انکشافات نے کچھ وقت کے لیے ان دونوں کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت چھین لی تھی۔ بارش رک چکی تھی اور چاروں طرف فجر کی اذانیں گونج رہیں تھیں۔ کچھ سوچ کر میرے پاپا پہلی بار بولے کہ اس سب کو حادثہ بنانا ہو گا۔

چور آئے تھے اور خان بابا کو مار کر چلے گئے۔ اپنی اکلوتی اولاد کو بچانے کے لیے انہوں نے منصوبہ بنایا۔ ماما مجھے اٹھا کر اپنے کمرے میں لے آئی۔ ان دونوں نے مجھ سے اسکا دل لینا چاہا لیکن میں نے نہیں دیا پتہ ہے کیوں؟ کیونکہ وہ میری جیت اور ہار کی نشانی تھی۔ اسے ختم کر کے میں نے اپنے ظلم کا بدلہ تو لے لیا، لیکن اس کے بدلے زندگی بھر کی بے سکونی خرید لی۔ قتل

تین حروف سے بنا ہوتا ہے لیکن اسکا بوجھ اٹھانا آسان نہیں ہوتا۔ پہلا قتل قربانی مانگتا ہے اور میں نے اپنی زندگی کا سکون قربان کر دیا۔"

بلال احمد کچھ لمحوں کے لیے رک گیا۔ بارش نے ایک بار پھر زمین کو نم کرنے کا ارادہ کیا۔ رات کی خاموشی میں بارش کی مدہم بوندیں کھڑکیوں پر لگاتار گر کر ایک پر اسرار سا ماحول بنا رہیں تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"پھر اگلے دن اس بد بخت کا جنازہ ہوا۔ شام کو امجد میرے پاس آیا اور مجھے گلے سے لگا لیا۔ اس کی آنکھوں میں خوشی تھی جیسے وہ جان گیا ہوں کہ اسکا قتل میں نے کیا ہے۔ پھر میں نے بھی اقرار کیا۔ میں نے اس سے کہا کہ کل میں نے ہم دونوں کے ساتھ ہونے والی زیادتی کا بدلہ لے لیا ہے اور پہلی بار میں نے اسکو مسکراتا دیکھا۔ نا جانے خان بابا نے ہم جیسے

کتنے بچوں سے انکی معصومیت چھینی ہو گئی۔ بہر حال اگلے دن ہم نے وہ گھر چھوڑ دیا اور اس اپارٹمنٹ میں عرضی طور پر رہنے لگے۔ انٹرنیٹ پر تھوڑی تحقیق کرنے کے بعد، میں نے خان بابا کے دل کو ایتھنول سلوشن میں ڈال کر ایک جار میں محفوظ کر لیا کیونکہ وہ میری ہار اور جیت کی نشانی تھی۔ اس سب کے ساتھ میرا علاج بھی شروع ہو گیا۔ پاکستان کے

بہترین سائیکاٹرسٹ، جو بابا کے خاص دوست بھی تھے، مجھے نارمل کرنے کی کوشش کرتے رہے، لیکن مسئلہ یہ تھا کہ زخم اتنا گہرا تھا کہ اس کو بھرنے میں شاید پوری زندگی لگ جائے، کیونکہ کچھ زخم کبھی نہیں بھرا کرتے۔ میرے والدین نے انہیں بتایا کہ میں نے خان بابا کے دل کو ایک جار میں بند کر کے رکھا ہوا ہے۔ ڈاکٹر نے مشورہ دیا کہ فی الحال مجھے چھوڑ

دیا جائے، وقت کے ساتھ جب میں نارمل ہو جاؤ گا تو خود ہی اسے پھینک دو گا۔ ہم تقریباً
ایک سال اس اپارٹمنٹ میں رہے۔ علاج سے میں بہتر تو ہوا، لیکن وہ ڈراؤنے خواب میرا
پیچھا نہیں چھوڑتے تھے۔ تقریباً ہر روز میرے خواب میں خان بابا، خون، دل، اندھیری
رات، بارش، گھنگرو، اور ان کی آوازیں آتی رہتی تھیں۔ لیکن ڈاکٹر کی دوائیوں کی وجہ سے
ان شور

میں کچھ کمی ہو جاتی۔ ایک سال بعد، میں اپنے والدین کے ساتھ امریکہ چلا گیا تاکہ اپنی نئی
زندگی شروع کر سکوں۔ تقریبا دس سال کے بعد میں پاکستان واپس آیا۔ یہاں میں نے سی
ایس ایس کا امتحان دیا اور پولیس ڈیپارٹمنٹ جوائن کر لیا۔ شاید میں لوگوں کو انصاف دلا کر
اپنے ماضی کے دکھوں کو دھونا چاہتا تھا۔ وقت اچھا گزرنے لگا، لیکن تین سال پہلے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میرے والدین کا کار ایکسیڈنٹ میں انتقال ہو گیا۔ میں ان کے جنازے کے لیے امریکہ گیا کچھ وقت وہاں گزارا۔ پھر میں واپس پاکستان آ گیا۔ وہ کہتے ہے ناں دراڑ وہ شے ہے جو کبھی مکمل طور پر نہیں بھر پاتی۔ ہاں، وقتی طور پر پلستر اور پینٹ ان دراڑوں کو چھپانے کا کام کرتے ہیں، مگر وقت کے ساتھ وہ دوبارہ نمایاں ہونے لگتی ہیں۔ انسان ہو یا دیوار، ایک بار دراڑ

پڑ جائے تو پھر اس کا کوئی مستقل علاج نہیں ہوتا۔ زندگی میں جو زخم ایک بار لگ جائیں، وہ وقت کے ساتھ گہرے اور نمایاں ہو جاتے ہیں، اور انسان انہیں ہمیشہ اپنے اندر محسوس کرتا ہے۔ پھر ایک دن مجھ تک خبریں آئی کہ لاہور میں زنا بالجبر کے کیسوں میں اضافہ ہو رہا ہے اور ملزمان کو سزا ابھی نہیں مل رہی تو مدت بعد میں نے وہی غصہ اور اضطراب

محسوس کیا جو پندرہ سال پہلے محسوس کیا تھا۔ علاج کی وجہ سے میری بیماری کچھ وقت کے لیے چھپ گئی تھی، مگر پھر ظاہر ہونے لگی۔ بچپن میں ہونے والے بعض حادثات انسان کی ساری زندگی برباد کر دیتے ہیں۔ ان زخموں پر وقت کی دھول بیٹھ جاتی ہے لیکن ایک ہوا کا جھونکا اس دھول کو اڑانے میں لمحہ بھی نہیں لگاتا۔ میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہوا۔

میں ایک منصوبے کے تحت لاہور آیا۔ لاہور میں پوسٹنگ اتفاق نہیں تھی، وہ سارا میرا پلان تھا۔ پہلے میں این جی او کا بندہ بن کر تمام متاثرین کے گھر گیا۔ ان کے ساتھ ہونے والے ظلم کی داستان سنی تو دل میں ایک عہد کیا۔ ان ظالموں کو عبرتناک سزا دے کر ایسا خوف پھیلانا کہ کبھی کوئی یہ گناہ نہ کر سکے۔ جس رات میں ناصر کو مارنے جا رہا تھا تو میری نظر بے ساختہ

خان بابا کے جار پر پڑ گئی۔ پندرہ سال پرانا اسکا دل عجیب سفید رنگ کا ہو گیا تھا۔ غصے اور انتقامی جذبے میں ایک اور فیصلہ کیا، ہر ریپسٹ کا دل نکال کر محفوظ کرنے کا، عجیب لگ رہا ہے لیکن یقین مانوں یہ کر کے بڑا سکون ملتا ہے۔ میں اپارٹمنٹ سے نکل پڑا، خوف کا بازار گرم کرنے۔۔۔۔۔۔"

بلال احمد صفحہ پلٹنے ہی والا تھا کہ موبائل بج پڑا، ماہ نور

ایک بار پھر کال کر رہی تھی۔ بلال احمد نے ماہ نور کی کال کاٹ دی اور میسج کر دیا کہ وہ بس آرہا ہے۔ تیز ہوا کا جھونکا آیا اور الماری کا دروازہ کھل گیا۔ بلال احمد اپنی جگہ سے اٹھا اور الماری کے پاس چلا گیا، ہمت کر کے کھولا۔ دروازہ کھلتے ہی الماری کا منظر دیکھ کر بلال احمد کے ہاتھ سے موبائل گر گیا۔ الماری میں دو شیلف تھے۔ اوپر والے شیلف میں کانچ کے سات

جار رکھے ہوئے تھے۔ چھ جاروں میں انسانی دل موجود تھے، اور ہر جار پر اس دل کے مالک کا نام لکھا ہوا تھا۔ پہلا جار خان بابا کا تھا، جو ان پندرہ سالوں میں کافی عجیب حالت ہو گیا تھا، جبکہ باقی پانچ جاروں میں دلوں کی حالت بہتر لگ رہی تھی۔ ان پر ناصر، کمال، جاوید، وقار، اور صاقب کے نام لکھے ہوئے تھے۔ ساتواں جار خالی تھا، اور اس پر نوید لکھا ہوا تھا۔

بلال احمد نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔ یہ منظر اس کی برداشت سے باہر تھا۔ اس کی نظر دوسرے شیلف پر گئی، جہاں ڈاکٹر کی تحریریں اور بے شمار دوائیں رکھی تھیں۔ اس کے دماغ نے خطرے کا سگنل دیا کہ اسے فوراً یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ ابھی وہ مڑنے ہی والا تھا کہ کسی نے بھاری چیز سے اس کے سر پر وار کیا، اور بلال احمد کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا

گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

''اماں ؟ان سے ملو،یہ چھوٹو،یہ اس کی اماں اور یہ ماہم ہیں، میری بیوی۔ ''مشتاق یوسفی ان تینوں کے ساتھ انتظار گاہ میں واپس آیا۔اس کمرے میں واحد شہاب تھا جس کی آنکھوں میں حیرت تھی۔وہ کبھی مشتاق یوسفی کو دیکھتا تو کبھی اس لڑکی کو جس کا نام ماہم تھا اور

وہ مشتاق کی بیوی تھی۔ سردار اور اسکی ماں کے چہرے پر کوئی حیرت نہیں تھی بلکہ وہ تو بہت پیار سے ان لوگوں سے مل رہی تھی۔لوگوں کی پرواکیے بغیر اسنے مشتاق یوسفی کو ہاتھ سے پکڑا اور باہر لے آیا۔

''مشتاق ؟ تم نے شادی کب کی ؟اور یہ چھوٹو ؟ یہ وہی بچہ ہے ناں جو پولیس اسٹیشن میں چائے کا کام کرتا ہے ؟ایک دو

دفعہ ہمارے گھر بھی آیا تھا، بولو بھائی یہ کیا معاملہ ہے؟اور یہ لڑکی؟ کب سے چل رہا ہے یہ سلسلہ ہمیں تو خبر بھی ہونے نہیں دی۔" وہ ایک سانس میں لاتعداد سوال پوچھ بیٹھا۔

"آرام سے !ایک ایک کر کے سوال پوچھو۔۔۔"مشتاق یوسفی مذاق کے موڈ میں تھا۔اسکی ہنسی اور خوشی چھپائی نہیں چھپ رہی

تھی۔

"ہاں یہ چھوٹو کی بہن ہے اور کچھ دیر پہلے ہی ہمارا نکاح ہوا ہے، کوئی چکر و کر نہیں تھا میں نے تو نکاح کے بعد ہی پہلی دفعہ انکو دیکھا ویسے کہتے ہے ناں صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے، تمہاری بھابی ہیں بہت خوبصورت ماشاءاللہ۔۔۔۔"مشتاق یوسفی کے چہرے پر برسوں بعد شہاب نے خوشی محسوس کی۔

"تمہیں مذاق سوج رہا ہے اور پچھلے کئی گھنٹوں سے میرا

حال برا تھا یہ سوچ سوچ کر کہ تم کہاں ہو گے اور آپ جناب تو اپنے سہرے کے پھول سجانے میں مصروف تھے۔" شہاب کے لہجے میں مصنوعی ناراضگی تھی۔ مشتاق یوسفی کھل کر ہنس پڑا۔ شہاب مزید تپ گیا۔

"اور یہ بات خالہ اور سردار کو معلوم تھی؟" شہاب نے ابرو اٹھائی۔ مشتاق یوسفی نے اثبات میں سر ہلایا۔

"بہت خوب یعنی جانے نہ جانے

گل ہی نہ جانے، باغ تو سارا جانے ہے۔۔۔۔" شہاب مزید بولتا کہ ٹرین کی روانگی کا اعلان ہو گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

”اچھا سنو میں تمہیں سارا معاملہ راستے میں سمجھاؤں گا فلحال سب کو اکٹھا کرو اور ٹرین میں سوار کرو اور یہ تین ٹکٹ ان تینوں کے ہیں، میں بس ابھی آیا۔۔۔۔۔۔“ اتنا کہہ کر اسنے ٹکٹ شہاب کو تھمائے اور آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ تقریباً دس منٹ بعد سب بوگی میں

بیٹھ کر ٹرین چلنے کا انتظار کرنے لگے۔ شہاب مسلسل مشتاق یوسفی کو کالز کرتا رہا لیکن کوئی جواب نہیں۔ شہاب پلیٹ فارم پر کھڑا بے چینی سے ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ گھڑی کی سوئیاں تیزی سے آگے بڑھ رہی تھیں، اور پلیٹ فارم پر اعلان ہوا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

ٹرین چند لمحوں میں روانہ ہونے والی ہے۔ ٹرین کے پہیے ہلنے لگے۔ شہاب نے گہری سانس لی اور اپنی نظر آخری بار مسافروں کی

بھیڑ پر دوڑائی، مگر مشتاق کہیں نظر نہیں آیا۔ سائرن بجا، دھواں اُٹھا، اور ٹرین نے آہستہ آہستہ رفتار پکڑ لی۔ وہ مشتاق کے بغیر ٹرین پر سوار ہونے کی ہمت نہیں کر پا رہا تھا۔

”کیا مشتاق واقعی نہیں آئے گا؟“ اس کا دل ڈوبنے لگا اچانک، پیچھے سے کسی نے زور سے اس کا بازو پکڑا۔

”شہاب! جلدی کرو!“ شہاب نے مڑ کر دیکھا، اور مشتاق، ہانپتا ہوا،

پسینے میں شرابور، اس کے سامنے کھڑا تھا۔

”چلو! ٹرین نکل رہی ہے!“ مشتاق نے شہاب کو گھسیٹا اور دونوں نے تیزی سے دوڑ لگائی۔

شہاب کا دل دھڑک رہا تھا، جیسے یہ لمحہ کبھی ختم نہ ہو۔ وہ ٹرین کے قریب پہنچے، اور مشتاق نے ایک جھٹکے سے شہاب کو اندر دھکیل دیا۔ دونوں اندر گرے، اور ٹرین نے پوری رفتار پکڑ لی۔ شہاب نے مشتاق کی طرف

دیکھا، جو ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”میں نے کہا تھا، میں آؤں گا۔ دیر ہو سکتی ہے، مگر وعدہ نہیں توڑوں گا۔“شہاب اسکے گلے لگ گیا۔

”مجھے لگا اس ایس ایچ او نے تمہیں گرفتار کر لیا ہے۔ اُف تم چلے کہاں گئے تھے ویسے؟ ہر دفعہ ایسا ہی کرتے ہوں کہی نا کہی غائب ہو جاتے ہو اور پیچھے میری کیا حالت ہوتی ہے۔

تم ایک بیکار انسان ہو، مجھے تم سے بات نہیں کرنی، کیسے انسان ہو میرا ذرا خیال نہیں؟ تم جانتے ہو ناں کہ اس دنیا میں میرا تمہارے سوا کوئی نہیں اور دیکھو خود کو، شادی کر لی اور مجھے بتانا بھی گوارا نہیں کیا! جاؤ آج سے ہماری دوستی ختم۔۔۔۔۔“شہاب بول بول کر بالآخر تھک کر چپ ہو گیا۔ مشتاق یوسفی اسکو پیار سے دیکھنے لگا۔ ٹرین تیزی سے اپنی

منزل کی طرف نکل پڑی تھی۔ وہ دونوں اپنی پرانی زندگی کو اسی پلیٹ فارم پر چھوڑ کر چلے تھے ایک نئی دنیا بسانے، ایک بہترین شروعات کرنے۔

”اچھا یہ نکاح کا کیا معاملہ ہے؟“غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد شہاب نے پوچھا۔اس وقت سردار چائے لے کر آیا اور وہ دونوں ٹرین کی کھڑکیوں کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔باقی کے لوگ بوگی میں آرام کر رہے تھے۔

”کہانی لمبی ہے لیکن میں مختصر لفظوں میں سمجھتا ہوں“وہ چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے بولا۔

”اچھا سنو!شہر آئے ہوئے ہفتے سے زیادہ ہو گیا تھا،ایک دن روزگار کی تلاش میں تھک ہار کے ایک ڈھابے پر کھانے کے لیے پہنچا۔وہاں میری ملاقات چھوٹو سے ہوئی۔باتوں ہی باتوں میں،میں نے اسے اپنی بے روزگاری کے بارے میں بتایا،تو اس نے

ڈھابے کے مالک سے میرے لیے بات کی۔چھوٹو کی سفارش پر مالک نے مجھے برتن دھونے کی نوکری دے دی۔اس دن سے میری اور چھوٹو کی دوستی ہو گئی۔ہم اکثر ملا

کرتے تھے۔ پانچ مہینے میں نے وہاں کام کیا، پھر ڈھابہ کسی وجہ سے بند ہو گیا، تو میں پارک میں مالی کی نوکری کرنے لگا۔ کچھ دنوں سے چھوٹو سے رابطہ نہیں ہو رہا تھا، تو میں اس کے گھر گیا۔

وہاں پتہ چلا کہ اس کی بہن ماہم کے ساتھ وہی ظلم ہوا ہے جو نرگس کے ساتھ ہوا تھا۔ فرق یہ تھا کہ نرگس کی عمر کم تھی اور ماہم اٹھارہ سال کی ہیں۔ یہ ظلم ان کے مالک مکان نے کیا تھا، جو چھوٹو کے اسکول کا استاد بھی تھا۔ جب میں نے ماہم کی دبی دبی سسکیاں سنیں، تو میرا دل نے ایک فیصلہ کیا۔ میں نے اماں سے اس بارے میں بات کی، اور وہ آسانی سے مان بھی

گئی۔ پتہ ہے، انہوں نے مجھے کیا کہا جس کہ وجہ سے میرا ارادہ عمل میں بدل گیا؟" اس نے کھڑکی سے باہر جھانکا۔ اندھیرے کا راج تھا، لیکن رات کی ٹھنڈی ہوائیں اس کے چہرے کو چھوتی ہوئی گزر رہی تھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا کہا خالہ نے؟" چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے پوچھا۔

"انہوں نے کہا، "اگر آج میں کسی کی بہن کی عزت پر چادر ڈالوں

گا، تو کل کوئی دوسرا میری بہن کی عزت پر چادر ڈالے گا اور اگر آج میں کسی کی بہن کی عزت کی حفاظت کرو گا، تو کل اللہ کسی کو میری بہن کی عزت کا محافظ بنا دے گا۔" شہاب نے اسکی آنکھوں میں خوشی اور غم دونوں جذبات کا ملا جلا امتزاج دیکھا۔ مشتاق یوسفی نے اپنی بات جاری رکھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"پھر اماں نے ماہم کی امی سے فون پر بات کی، پہلے تو ماہم

نہیں مان رہیں تھیں۔ شاید زخم تازہ تھا اور وہ ہمدردی کی آڑ میں اس رشتے کی بنیاد رکھنا نہیں چاہتی تھیں۔ میں بھی پھر خاموش ہو گیا لیکن پرسوں چھوٹو نے کال کر کی مجھے ملنے کا

کہا، میں نے تنویر اشرف وہی چوکیدار، اس سے بیماری کا بہانہ کر کے چھوٹو سے ملنے چلا گیا۔ اسنے بتایا کہ وہ مالک مکان انکی بے بسی کا فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہے، ماہم کی ماں

کو آکر کہتا ہے کہ یا تو ماہم کا نکاح اس سے کرو دو یا دو دن کے اندر اندر مکان خالی کر دو ورنہ وہ ہر حد پار کر دے گا۔ خیر چھوٹو نے یہ بات مجھے بتائی اور پھر پہلی دفعہ میں نے ماہم سے فون پر بات کی اور ان کو اپنا ماضی بتایا، نرگس کے ساتھ ہونے والا ظلم اور کامی کا قتل، سب کچھ بتا کر ان کو دوبارہ سوچنے کا کہا، اس وعدے کے ساتھ کے میں ہمیشہ اسکا اور

اسکے گھر والوں کا خیال رکھوں گا۔ کوئی گھنٹے بعد چھوٹو کی کال آئی کہ ماہم مان گئی ہے۔ میں نے اماں سے بات کر کے اجازت مانگی۔ بکل جب رافع بشیر ہمارے گھر سے گیا تو اسی

Clubb of Quality Content

وقت میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اس شہر چھوڑنا ہو گا۔ گھر سے نکل کر میں نے سردار کو کال

ملائی اور پلین بی جو میں نے کافی دنوں سے تیار رکھا ہوا تھا اور سردار کو بھی اس بارے

میں بتایا ہوا تھا عمل کرنے کا کہا۔ پھر تمہیں اسٹیشن بھیج کر میں سارا وقت چھوٹو سے رابطہ

میں رہا اور جب اسنے نکاح خواں اور گواہان کی آمد کی خبر دی تو میں فوراً گھر سے نکل اور رافع

بشیر کے بندے کو باتوں میں الجھا کر ماہم کے گھر چلا گیا اور اب ہم سب نئی زندگی شروع

کرنے جا رہے ہیں اور ایک مزے کی بات بتاؤں؟ ہم دونوں نے ایک دوسرے کو نکاح

کے بعد

دیکھا اور لوگوں کا کہنا سچ ہے کہ نیکی کا بدلہ شاندار ہی ہوتا ہے۔ ماہم کی سیرت اور صورت

دونوں حسین ہے۔" مشتاق یوسفی واقعہ بہت خوش تھا۔ شہاب بھی اسے دیکھ کر مسکرا

اٹھا۔

''جب نیت اچھی ہو تو منزل مل ہی جاتی ہے دوست، میں تمہارے لیے دل سے خوش ہوں۔''وہ واقعی اپنے دوست کے لئے نیک نیتی رکھتا تھا۔ اتنے دیر میں

سردار بھی انکے پاس آبیٹھا۔

''بھائی؟ رافع بھائی کیسے ہیں؟ اس دن ان سے مل کر اتنی خوشی ہوئی کہ کیا بتاؤں، اتنے مزے کی باتیں کرتے ہے، اور نرگس کی حالت پر وہ واقعی پریشان ہو گئے تھے۔ ان کا گھر آپ کے محلے میں ہی ہے ناں؟''کچھ یاد کرتے ہوئے پوچھا۔ مشتاق یوسفی اور شہاب کے چہروں کا رنگ بدل گیا۔ پھر مشتاق یوسفی بولا۔

''وہ کوئی دوست یا پڑوسی نہیں بلکہ ہمارے علاقے کا ایس ایچ او رافع بشیر ہے۔''سردار کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"لیکن بھائی۔۔۔۔نرگس کے ساتھ جو ہوا اور کامی بھائی کے ساتھ جو ہم نے کیا وہ سب اسکو معلوم تھا۔" سردار نے سرگوشی کی۔

"وہ بہت شاطر آفیسر ہے، اسے چند لفظوں سے پوری کہانی بنانے پر عبور حاصل ہے۔"

مشتاق

یوسفی نے تھکاوٹ سے آنکھیں بند کر لی۔

"جتنا بھی شاطر اور چالاک کیوں ناں ہو ہم سے زیادہ نہیں۔۔۔۔ہم اسکی آنکھوں کے سامنے سے رفو چکر ہو گئے اور وہ کچھ نہیں کر پایا۔ بچارہ! ہاہاہا۔" شہاب حقیقت سے بے خبر رافع بشیر کی بیوقوفی پر ہنسنے لگا۔ مشتاق یوسفی بھی مسکرا اٹھا۔ لاہور کہیں میلوں دور پیچھے رہ گیا اور وہ سب اپنی

نئی منزل کی جانب چل پڑے۔

"اچھا بھائی آپ کو وہ بلا رہیں ہیں۔" سردار اپنی مسکراہٹ چھپاتے ہوئے بولا۔ مشتاق یوسفی نے آنکھیں کھولی۔

"کون؟ اماں۔۔۔" اس نے پوچھا

"نہیں، اماں کی بڑی بہو، میری اور نرگس کی بھابی اور آپ کی بیوی بلا رہیں ہیں۔" سردار اپنے بھائی کو تنگ کرنے لگا۔ اسکی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

بات پر مشتاق یوسفی کے چہرے پر دلکش مسکراہٹ ابھری۔ وہ اپنی جگہ سے آٹھا اور سردار کے سر پر ہلکا سا تھپڑ رسید کرکے بوگی کی طرف چلا گیا۔

"تمہیں یہاں نہیں آنا چاہیے تھا بلال احمد۔۔۔" شناسا سی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی۔ مشکل سے اپنی آنکھیں کھولیں۔ سر کے پچھلے حصے میں ٹیس اٹھی۔

کپکپاتے ہاتھ کو اٹھا کر پیچھے کی طرف لے جانا چاہا درد کی شدت کو کم کرنے کے لیے، مگر جیسے ہی ہاتھ ہلانے کی کوشش کی، ایک سرد حقیقت نے اسے جھنجھوڑ دیا، اس کے ہاتھ مضبوطی سے رسیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ دل کی دھڑکن بے قابو ہو گئی، اور آنکھوں میں خوف کا سایہ گہرا ہو گیا۔ رافع بشیر نے اسے کرسی سے باندھ رکھا تھا۔

”تمہیں یہ سب کچھ نہیں دیکھنا چاہئے تھا۔“ اسکی سرد پتھریلی آواز ایک بار پھر اسکے کانوں سے ٹکرائی۔ درد کی شدت سے وہ بار بار آنکھیں کھول کر بند کر رہا تھا۔ آدھی رات کی خاموشی میں بارش کی مدھم آواز سنائی دے رہی تھی۔

”سر؟ ان سب وارداتوں کے پیچھے آپ تھے؟ پر کیوں؟“ بلال احمد مشکل سے بول پایا لیکن آگے سے کوئی جواب نہیں ملا۔

بلال احمد نے اپنی تمام تر قوت لگا کر آنکھوں کو کھلا رکھا،اور سامنے کا منظر اتنا چونکا دینے والا تھا کہ وہ پلک تک نہ جھپک سکا۔ رافع بشیر کالے کوٹ اور ٹوپی پہنے زمین پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے آگے ایک بڑا برتن جو پانی سے بھرا ہوا تھا،ساتھ ہی ایتھنول کی بوتل،ایک خالی برتن،اور وہی شیشے کا جار جس پر نوید کا نام پہلے سے لکھا ہوا تھا۔ رافع بشیر نے اس

کالے شاپنگ بیگ سے کچھ نکالا۔ غور کرنے پر بلال احمد نے دیکھا کہ وہ انسانی دل تھا۔ رافع بشیر نے فوراً اس دل کو پانی سے دھویا، پھر دوسری بار یہی عمل دہرایا اور آخر میں اسے ایتھنول سے دھو کر، ایتھنول جار میں بھر کر دل کو جار میں رکھ دیا اور اچھے سے سیل کر دیا۔ پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور اس جار کو باقی جاروں کے ساتھ رکھ کر الماری بند کر دی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس سارے عمل میں دونوں کے بیچ خاموشی کا راج تھا۔ رافع بشیر نے زمین پر پڑی ساری چیز یں اٹھائی اور کمرے سے نکل گیا۔ کوئی پانچ منٹ بعد وہ واپس کمرے میں آیا۔ اس بار کوٹ اور کاو بوائے ٹوپی غائب تھی البتہ ہاتھ میں پلیٹ تھی جس میں بریانی اور سلاد نظر آ رہی تھی۔ کونے میں رکھی کرسی کھینچی اور بلال احمد کے روبرو بیٹھ کر کھانا کھانے لگا۔

"ماننا پڑے گا، ماہ نور کے ہاتھوں میں ذائقہ ہے۔" وہ چسکے لے کر کھا رہا تھا۔ اسکے چہرے پر کوئی خوف کوئی پریشانی نہیں تھی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"تو وہ آپ تھے، مشہد آنتوریوم کس نام سے پکاروں آپ کو؟ آپ نے ان سب کا قتل کیا؟ لیکن کیوں؟ آپ تو قانون کی عزت کرنے والوں میں سے تھے پھر آپ نے یہ سب کیوں کیا؟ مجھے یقین نہیں آرہا کہ آپ یہ سب

کچھ کر سکتے ہیں؟ اتنا ظلم کیوں؟" بلال احمد کو اس کی ڈھٹائی زہر لگی تو وہ قدرے اونچا بولا

"تم اندر کیسے آئے ؟اچھا کل اپارٹمنٹ کی دوسری چابی تمہارے پاس رہ گئی ہو گی، میں بھی کہوں چابی کہاں گئی۔" بریانی کا چمچہ منہ میں ڈالتے ہوئے بولا۔

"تو وہ آپ تھے جس نے میری کئی دنوں کی محنت کو راکھ

میں اڑادیا تھا اب سمجھا، وہ سب اس لیے کہ آپ میرا دھیان مشتاق یوسفی پر مرکوز کرنا چاہتے تھے۔ وہ سی سی ٹی وی کیمرے میں سیریل کلرز بن کر مجھے اس بات کا یقین دلایا کہ وہ سچ میں ہے اور کل؟ کل کس نے آپ پر وار کیا تھا یا اس میں بھی کوئی کہانی چھپی ہوئی ہے ؟" تیز نظروں سے رافع بشیر کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"یار اب اسے تو ناں دیکھو! تمہارا

سینئر ہوں۔ تم واقعی ایک شاطر آفیسر ہو بلال احمد۔ تمہاری رپورٹ اور تحقیق قابل تعریف ہے، لیکن تم اس کیس کو اتنے پر فیکشنسٹ انداز میں ڈیل کر رہے تھے کہ مجھے لگا شاید میں پکڑا جاؤں گا۔ لیکن ابھی نہیں، ابھی میرا مشن پورا نہیں ہوا اور کل؟ کل دو دن کے جاگنے اور دوا نہ لینے کی وجہ سے میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ جب تم نے مجھے ریسکیو کیا تو میں نے

سوچا، ایک اور جھوٹ صحیح۔" بلال احمد نے اسکی ڈھٹائی پر حیران رہ گیا۔

"آپ تو قانون کی عزت کرنے والوں میں سے تھے پھر یہ سب کیوں؟" بلال احمد نے اپنا جملہ دہرایا۔

"جب قانون ہی اپنی عزت نہ کرنا چاہے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ یاد رکھنا بلال احمد اس معاملے میں عدالت بھی میری، قانون بھی میرا اور سزا بھی

میری۔"بلال احمد کو اسکی آنکھوں میں وحشت نظر آئی۔

"پر کیوں۔۔۔؟"بلال احمد نے بے بسی سے پوچھا۔ جواب دینے کے بجائے وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور اسٹڈی ٹیبل کے پاس آگیا۔ڈائری پر نظر پڑی۔

"سب کچھ پڑھنے کے باوجود تم یہ سوال کیسے کر سکتے ہو ہاں!وہ سب اسی قابل تھے،میرے بس میں ہوتا تو ان کی موت اس سے بھی زیادہ بھیانک ہوتی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

لیکن۔۔۔۔۔۔"وہ کہتے کہتے روک گیا۔

"اچھا سنو بلال احمد!کل کے اخبار میں یہ خبر کیسے لگے گئی کہ ایک سائیکو سیریل کلر شہر میں کھلے عام گھوم رہا ہے جو صرف زنا کاروں کو بے رحمی سے مار رہا ہے۔وہ اپنے شکار کو بہوش کر کے ان کا سینہ چاک کرتا ہے اور دل نکال کر اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔اب تک چھ لوگوں کی لاش ملی ہے اور

پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق ان سب کے دل غائب ہیں۔ ایس ایچ او محمد رافع بشیر اور انسپکٹر بلال احمد اپنی ٹیم کے ہمراہ اس قاتل کو جلد سے جلد پکڑنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تو کیسی لگی خبر؟" ڈائری بند کر کے دراز میں رکھ دی۔

"یہ غلط ہے، آپ قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتے۔" بلال احمد چلایا۔

"آواز نیچے، تم بھول رہے ہو کہ

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

تمہارے سامنے کون کھڑا ہے۔ غلط! تم دیکھنا میں اس خبر سے خوف کیسے بناتا ہوں۔ ایک ایسا خوف جو ہر اُس انسان کے دل میں گہرائی تک سرایت کرے گا، جو اپنی نفس کی پیروی کرتے ہوئے دوسروں کی زندگیوں کو مکمل طور پر تباہ کر دیتا ہے۔ موت کا خوف۔"

رافع بشیر کی آنکھوں میں اذیت تھی۔

”تو آپ خود کو بچانے کے لیے مشتاق یوسفی کی کمزوری کا

فائدہ اٹھائے گئے؟ واہ شاباش! گناہ گاروں کو سزا دینے تک تو ٹھیک تھا لیکن اپنے پاگل پن میں آپ اس بے گناہ کو سزا دے گے، دیکھا جائے جو آپ کرتے پھر رہیں ہیں اس کے مطابق تو مشتاق یوسفی کو بھی کامی کے قتل کی سزا نہیں ملنی چاہیے اور آپ اس پر مزید الزام لگا کر اپنے قتل کا بوجھ اس کے سر کرنا چاہتے ہیں؟ کہا گیا آپ کے انصاف کا وہ جھنڈا جو آپ ہر

وقت لہراتے رہتے ہیں؟“ بلال احمد کے چہرے پر افسوس تھا۔ اسکی بات پر رافع بشیر دھیرے سے مسکرایا۔

”تبھی تم میرے فیورٹ ہو، کیس کی ہر ڈیٹیل تمہیں یاد ہے۔ شاباش! اور کیا مشتاق یوسفی کی بات کر رہیے ہو؟ وقت کیا ہوا ہے؟“ اپنی کلائی پر بندھی گھڑی میں دیکھتے ہوئے بولا۔

''رات کا ایک بج چکا ہو گا،اور اس وقت تک وہ اپنی بیوی اور

خاندان کے ہمراہ لاہور کی حدود پار کر چکا ہو گا۔''رافع بشیر نے مسکرا کر اپنی بات مکمل کی،

بلال احمد کے سر کے اوپر سے بات نکل گئی۔

''مطلب؟ میں آپ کی بات سمجھا نہیں۔''بلال احمد سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

''ایک تو تمہیں ہر بات سمجھانی پڑتی ہے۔یہ تو میں جانتا تھا کہ مشتاق یوسفی بے گناہ ہے اور

مجھے سے بہتر یہ کون جانتا ہو

گا۔''کھڑکیوں کے پاس جا کر پردے درست کرتے ہوئے بات جاری رکھی۔باہر بارش کی

ہلکی پھوار کھڑکیوں پر پڑ رہی تھی،اور کبھی کبھار بجلی کی چمک پورے کمرے کو مزید روشن

کر دیتی تھی۔

Clubb of Quality Content

”جب تم نے مجھے چھوٹو اور مشتاق کی ملاقات کے بارے میں بتایا تو میں نے کچھ ریسرچ کی

جس پر ساری کہانی آسانی سے میرے سامنے آگئی۔ اس نے نیکی

کا کام کیا مجھے سن کر خوشی ہوئی۔ وہ بے گناہ ہے اور رافع بشیر بے گناہوں کو سزا نہیں

دیتا۔“ ابھی بھی بلال احمد الجھا ہوا تھا۔

”سر یہ تو پاگل پن ہے۔ آپ ظالم نہیں ہے، مطلب سزا دینے کا یہ طریقہ بہت عجیب ہے،

بے رحمی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے آپ کس طرح انسانوں کو مار کر انکا دل نکال سکتے ہیں۔

خدا کو خوف کریں۔“ شیشے میں رکھے

انسانی دلوں کا منظر ایک بار پھر اس کی آنکھوں کے سامنے آیا۔

"بے رحمی؟ تم جانتے ہوں بے رحمی کیا ہوتی ہے بلال احمد؟ تمہیں کیا لگتا ہے؟ جب کوئی درندہ اپنی ہوس پوری کرنے کے لیے جسم کے ساتھ ساتھ آپ کی روح کو بھی روند دیتا ہے، تو وہ صرف آپ کو نہیں مارتا وہ آپ کی پوری زندگی، آپ کے خواب، اور آپ کے وجود کو بھی ختم کر

دیتا ہے۔ ایسے زخم کبھی نہیں بھرتے، پھر اندر ہی اندر ناسور بن کر رہ جاتے ہے۔ تم اس تکلیف کو نہیں سمجھ سکتے، انسان کو خود سے نفرت ہونے لگتی ہے۔" رافع بشیر کی بلند آواز میں غصہ اور درد تھا۔ اسی آشا میں بلال احمد کا موبائل بجنے لگا۔ اپنے ہاتھوں کو رسیوں سے آزاد کرنے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ فون بج کر بند ہو گیا۔

"سر آپی کی کال ہو گئی، پلیز ایک بار ان سے بات کرنے دے ورنہ وہ پریشان ہو جائیں گی پلیز سر!" بلال احمد نے التجا کی۔

"تمہیں یوں رسیوں میں جکڑے دیکھ مجھے بھی اچھا نہیں لگ رہا لیکن کیا کرو، تمہارے سامنے میری زندگی کا سب سے بھیانک راز جو کھل گیا ہے اور میں کوئی رسک نہیں لے سکتا۔ مجھے موت سے ڈر نہیں لگتا، موت سے زندہ لوگ ڈرا کرتے ہیں اور میں

پندرہ سال پہلے ہی مر چکا ہوں، زندہ لاش بن چکا ہوں۔ میری سانسیں چل رہی ہیں لیکن اندر کچھ بھی باقی نہیں بچا۔ یہ جسم صرف ایک خول ہے، جسے ابھی اپنا مشن پورا کرنا ہے، خوف کا بازار گرم کرنا ہے، اور اندھیروں میں چھپے ان چہروں کو بے نقاب کرنا ہے جو دوسروں کی زندگیاں نوچتے ہیں۔ اس لیے ابھی اس جسم کو زندہ رہنا ہے، تاکہ میں اپنا قرض چکا سکوں،

اور شاید خود کو بھی آزاد کر سکوں۔" بلال احمد نے اس کے چہرے پر برسوں کی تکلیف محسوس کی۔

"سر یہ انتقام کا سفر آپ کی زندگی کو مزید متاثر کرے گا۔ پلیز ضد چھوڑ دے اور ایک نئی شروعات کریں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اب تک جو بھی ہوا، میں نے جو بھی دیکھا اس کا ذکر کسی سے نہیں کروں گا، بس مجھ سے وعدہ کریں کہ

آپ اس بھیانک کھیل کو یہی ختم کر دیں گے۔" بلال احمد نے گزارش کی۔

"اگر قانون انصاف نہیں کرے گا تو پھر مجھے کرنا ہو گا۔ اب واپسی کا کوئی راستہ نہیں، میں کفن باندھ کر اس اندیکھی جنگ میں اتر چکا ہوں، جو میری اپنی نہیں، لیکن مجھ جیسے بے شمار لوگوں کے حق اور حفاظت کے لیے ہے۔" رافع بشیر کا لہجہ سرد تھا۔ بلال احمد کے پاس کوئی

دلیل کوئی وضاحت نہیں تھی جس سے وہ رافع بشیر کو اندھیروں سے نکال سکے۔

"اب تم بتاؤ؟ کیا کرو گے اگر میں نے تمہیں رہا کر دیا، ایس پی جمشید علی خان کو میری سچائی بتاؤ گے یا میڈیا میں جا کر اعلان کرو گے ہاں؟ میں نے کبھی کسی مظلوم کو نہیں مارا تمہارا ایک غلط فیصلہ میرا ٹریک ریکارڈ خراب کر سکتا ہے" دوبارہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تو آپ مجھے مارنے کی دھمکی دے رہے ہیں؟" وہ اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

رافع بشیر کے چہرے پر نرمی کے آثار نظر آئے۔

"تم مجھے بھائیوں کی طرح عزیز ہو، اپنی تیئیس سالہ زندگی میں امجد کے بعد میں نے تمہیں اپنے دل کے قریب پایا لیکن۔۔۔" وہ رکا۔

"لیکن اگر میں نے آپ کا ساتھ نہیں دیا تو آپ مجھے بھی مار

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

دے گئے ہے ناں؟ جواب دے آپ اپنی غلطیوں کو چھپانے کے لیے ایک بے گناہ انسان کی جان بھی لے سکتے ہیں۔" بلال احمد کا چہرہ اس وقت ہر خوف سے آزاد تھا۔ رافع بشیر کو معاملہ سنگین لگا۔

"کیا تم جینا نہیں چاہتے؟ کیا عمر ہے تمہاری؟ چھبیس سال اور تم ان مجرموں کی خاطر اپنی جان کیوں قربان کرنا چاہتے ہو؟ کیوں؟"

"کیونکہ میں ایک ایماندار آفیسر ہوں، قانون کی عزت کرنے والا، بے شک آپ نے مجرموں کو ہی سزا دی ہے لیکن آپ نے غلط راستے کا انتخاب کیا۔۔۔۔۔۔" وہ زور سے چلایا۔

"ایماندار۔۔۔۔۔؟" رافع بشیر ہنسنے لگا، لیکن اس کی ہنسی میں ایک گہری تکلیف اور درد کی گونج تھی، جیسے دل کی کسی ادھوری بات کو مسکراہٹ کی صورت میں چھپانے کی کوشش

ناول کلب
Clubb of Quality Content

کر رہا ہو۔

”کہاں تھی تمہاری سو کالڈ ایمانداری جب وہ سارے کیس تمہارے تھانے میں آئے تھے، کرتے ناں اس وقت کچھ جس سے ان سب کو انصاف ملتا کیوں نہیں کیا کچھ؟“رافع بشیر بھی اسی انداز میں چلایا۔

”میں نے کوشش کی تھی لیکن ایس ایچ او کے سامنے ایک معمولی انسپکٹر کی کیا اوقات۔۔۔۔؟“بلال احمد نے اپنا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سر جھکا لیا۔ رافع بشیر کرسی سے اٹھا اور اس کے قریب گیا۔

”تم ایک قابل آفیسر ہو بلال احمد، نوید صادق کو میں نے ڈھونڈنے کی بہت کوشش کی پر ناکام رہا لیکن تم نے اسے ایک دن میں میرے سامنے لا کر کھڑا کر کے میرا کام آسان کر دیا۔ تبھی تو تم میرے فیورٹ ہو۔“رافع بشیر نے اسکے کان میں سرگوشی کی۔ بلال احمد ہکا بکا رہ گیا۔ اسی آشنا میں اسکا فون

ایک بار پھر بجنے لگا۔ رافع بشیر اسٹڈی ٹیبل کے پاس آیا۔ ایک ہاتھ میں بلال احمد کا موبائل پکڑا، دوسرے ہاتھ میں اسی کی پشتول، اور پھر وہ آہستہ آہستہ اس کے روبرو آکر کھڑا ہو گیا۔ دونوں ہاتھ اس کے سامنے کر دیے، اس کی آنکھوں میں گہرا تجسس تھا۔ باہر بارش تیز ہو گئی، اور ہوائیں ایک عجیب سی سرگوشی کرنے لگیں۔ کمرے کی فضا میں ایک سنسنی خیز خاموشی چھا گئی۔

"تمہارے پاس دو راستے ہیں بلال احمد۔" رافع بشیر کی آواز میں لرزش تھی۔ ماہ نور کا فون ایک بار پھر آنے لگا۔ بلال احمد نے رسیوں میں جکڑے بے بسی سے اسکرین پر اسکا نام دیکھ رہا تھا۔

"یا تو اپنی بہن کا دامن قوس و قزح کے رنگوں سے بھر دو، یا اپنے خون کے رنگ سے، کیونکہ میں جانتا ہوں تم ماہ نور سے کتنا پیار کرتے ہو۔ میں تمہیں دو

راستوں میں سے ایک چننے کی اجازت دے رہا ہوں، مگر یاد رکھو، یہ فیصلہ تمہاری تقدیر بدل دے گا۔ تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا، تو شاید اب تک منوں مٹی کا حصہ بن چکا ہوتا۔ لیکن تمہاری تقدیر ابھی تک تمہارے ہاتھ میں ہے، اور میں تمہیں ایک آخری موقع دے رہا ہوں۔" بارش کی تیز بوندیں، آسمان میں گرجتی بجلی، کمرے کی خاموشی اور موبائل کی بیل کی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

آواز، اس سب نے بلال احمد کو الجھا کر رکھ دیا۔ جیسے ہر آواز، ہر لمحہ اس کے ذہن میں ایک نئے سوال کی صورت میں گونج رہی ہو، اور وہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ کہاں سے شروع کرے، کہاں ختم۔ اس سنسنی خیز لمحے میں، فضا میں ایک پراسرار سا تناؤ تھا، جیسے کچھ ہونے والا ہو، اور بلال احمد خود کو ایک بھنور میں پھنسے ہوئے محسوس کر رہا تھا۔

"جلدی فیصلہ کرو بلال احمد ورنہ پھر انتخاب مجھے کرنا پڑے گا۔" پستول والے ہاتھ کو جنبش دیتا ہوا بولا۔ فون کی آواز، بارش کی بوندوں کی ٹپ ٹپ، اور رافع بشیر کا سخت لہجہ، یہ سب بلال احمد کی سوچوں کو الجھا رہے تھے۔ اسے فیصلہ کرنا تھا، اپنی بہن کے لیے قوس و قزح، یا خون کا رنگ؟ دونوں راستے ایک دوسرے سے مختلف تھے، لیکن اسے ایک کو

تو چننا ہی تھا۔ اگر وہ اپنی بہن کی خوشیاں چنتا تو وہ ایک مجرم کا ساتھ دے کر قانون اور وطن کے ساتھ غداری کرتا اور اگر دوسرا راستہ تو اپنی بہن اور ماں کے مقدر میں ہمیشہ کے لیے اندھیرا اور تکلیف چنتا۔ اس کا چھبیس سالہ ذہن کشمکش کا شکار تھا۔ کیا کوئی تیسرا راستہ ہو سکتا ہے؟ اسی سوچ میں گم، اچانک اپارٹمنٹ کی بیل بجی۔ وہ لمحہ جیسے فضا میں امید

کی لہر بن کر آیا ہو۔ کیا یہ تیسرا راستہ تھا؟ لیکن اس بیل کی آواز کے ساتھ ہی آسمان میں ایک زوردار بجلی چمکی، جیسے تقدیر کی ایک اور علامت ہو، اور پورے علاقے کی بجلی چلی گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کمرہ مکمل طور پر اندھیرے میں ڈوب چکا تھا، اور اب وہ انسان دروازہ بجانے لگا۔ بلال احمد کے سامنے اب تین راستے تھے، لیکن وہ کون سا چنے؟ ماہ نور کی کال پھر سے آنے لگی۔ رافع بشیر

کا لہجہ مزید گہرا ہوا۔

"اب فیصلہ تمہیں کرنا ہے، بلال احمد، لیکن یاد رکھو، اس راستے کا انتخاب تمہاری تقدیر کا پانسہ پلٹ دے گا۔" یہ لمحہ تھا جب بلال احمد نے اپنے دماغ میں ایک آخری فیصلہ کیا۔ کمرے میں گہرا سناٹا تھا۔ کوئی دروازہ مسلسل بجا رہا تھا، لیکن کیا وہ دروازہ کبھی کھل پائے گا؟ اور اگر کھولے گا، تو اس کے پیچھے کون ہو گا؟

کیا رافع بشیر کا سچ دنیا تک پہنچ پائے گا، یا یہ راز ھای حل نشُدہ؟ یہ سوال ہمیشہ کے لیے معلق رہ جائے گا، جیسے تقدیر کا کوئی چھپا ہوا راز جو کبھی نہیں کھلے گا۔ لیکن ایک بات تو واضح ہے، اس

کہانی کا اختتام ایک نیا آغاز ہے، جہاں سچ اور جھوٹ کے درمیان کی سرحد ہمیشہ دھندلی رہ جائے گی، اور اس کی گونج ہمیشہ ہمارے اندر زندہ رہے گی۔

(ختم شدہ۔۔۔۔)

****

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

Clubb of Quality Content!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842